www.KitaboSunnat.com
سنتِ مطہرہ
اور
آدابِ مباشرت
تالیف
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
ترجمہ
محمد اختر صدیق
مکتبہ اسلامیہ

سنتِ مطہرہ
اور
آدابِ مباشرت
تالیف
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
ترجمہ
محمد اختر صدیق
مکتبہ اسلامیہ

ناشر ---------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------- ستمبر 2009ء

قیمت ----------

مکتبہ اسلامیہ
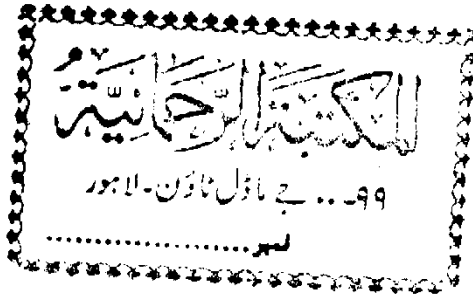
بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ، لاہور۔ پاکستان فون:042-37244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔پاکستان فون:041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مترجم

میں یقیناً اسے اپنی خوش بختی تصور کرتا ہوں کہ مجدد اسلام' محدث نبیل علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''آدَابُ الزَّفَافِ فِي السُّـنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ'' کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ علامہ موصوف نے دیگر محدثین کرام کی طرح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوڑھنا بچھونا بنایا۔ جب سے انہوں نے مسلک حقہ قبول کیا تب سے ان کو ایک ہی فکر تھی کہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ کتاب وسنت کی ترویج میں کیسے صرف ہو؟ اسی شوق کے پیش نظر جب انہوں نے خودساختہ مذہبی حدبندیوں اور تقلیدی جمود کا قفل توڑ کر تحقیق کے وسیع تر اور زرخیز میدان میں قدم رکھا تو انتہائی مختصر عرصہ میں وہ آسمان علم پر چودھویں کا چاند بن کر چمکنے لگے' جس کی ضیا پاشیوں سے پورا عالم اسلام فیض یاب ہونے لگا۔ کتاب وسنت پر محنت کی یہ برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ان کے شامل حال رہی حتیٰ کہ وہ ہر غیر متعصب عالم' فقیہ' محدث اور عام آدمی کے دل میں گھر کرتے گئے' اور علما کے ذاتی مکتبات اور دیگر لائبریریاں ان کی تصنیفات کے بغیر ادھوری نظر آنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ (آمین)

یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے' انہوں نے اپنے ایک دوست کی شادی کے موقع پر تحریر فرمائی ہے۔ اس میں انہوں نے وقت کی قلت کے باعث فقط ان مسائل پر قلم اٹھایا ہے جو سہاگ رات سے قبل اور بعد میں پیش آمدہ ہیں' اسی طرح مباشرت کے آداب کا تذکرہ بھی اس کتاب کا حصہ ہے۔ ان کی یہ کوشش اس بنا پر بہت خوش آئند ہے کہ انہوں نے ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھا کر لوگوں کے لیے کتاب وسنت کی رہنمائی واضح کرنے کی کوشش کی ہے جس پر لاتعداد مخرب الاخلاق کتابچے' رسائل و جرائد اور مضامین زیرگردش ہیں۔ اگر آپ لاہور کے فٹ پاتھوں پر بکنے والی کتب کا جائزہ لیں تو یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوگا کہ کوک شاستر' گھرب شاستر اور اس طرح کی بے شمار کتب انتہائی

فحش اور بے ہودہ مواد پر مبنی ہیں ۔ جن میں بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے سفلی جذبات کو وقتی تسکین پہنچانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ ایسے مواد کو پڑھ کر ہمارے نوجوان تباہی کی ایسی دلدل میں اترتے جارہے ہیں جس سے نکلنا بہت مشکل ہے۔ ان حالات میں شیخ موصوف آفرین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس نازک موضوع پر ایسی پاکیزہ اور اعلیٰ معلومات بہم پہنچائی ہیں جن کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام اور رسول رحمت ﷺ کی زبان اطہر سے نکلے ہوئے محبوب ترین الفاظ ہیں۔ یہ کتاب اس لحاظ سے بھی انتہائی مفید ہے کہ شادی کرنے والا ہر نوجوان اس سے مناسب رہنمائی لے سکتا ہے کیونکہ ہمارے ہاں لوگ ایسے مسائل کے متعلق سوال کرتے ہوئے عموماً جھجک محسوس کرتے ہیں۔

جب مجھے بھائی محمد سرور عاصم صاحب مدیر مکتبہ اسلامیہ نے اس کتاب کو اردو قالب میں ڈھالنے کا حکم دیا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ میں خود اس کا ترجمہ کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔ میں نے جب مذکورہ غرض سے اس کا جائزہ لیا تو حسب توقع یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ یہ کتاب ہر شادی کرنے والے کے لیے مشعل راہ ہے اور اسے ہمارے اردو دان بھائیوں کے ہاتھوں میں ضرور ہونا چاہیے۔ میں محترم سرور صاحب کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی وساطت سے یہ کتاب ترجمہ وطباعت کے مراحل سے گزری ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عرب کے معاشرے اور ہمارے رہن سہن میں بہت سا فرق ہے اس لیے میں نے ترجمہ میں مندرجہ ذیل امور کو سامنے رکھا ہے۔

1. جہاں پر میں نے ضرورت محسوس کی ترجمہ کی بجائے مفہوم کا سہارا لیا۔
2. حاشیہ میں موجود طویل بحثوں کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی تاکہ کتاب کا حجم کم رہے۔
3. وہ علمی بحثیں جن کا تعلق عام لوگوں سے نہیں ہے میں نے ان کو ذکر نہ کرنا ہی بہتر سمجھا ہے۔
4. عورتوں کے لیے حلقہ دار (گولائی والا زیور) شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ جائز نہیں سمجھتے جبکہ جمہور علما اس کو جائز کہتے ہیں۔ اس مسئلہ میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے طویل بحث کی ہے جس کا

ذکر میں نے مناسب نہیں سمجھا کیونکہ اس میں اعتراضات اور جوابات علمی انداز سے ذکر کیے گئے ہیں۔ جن کا عام لوگوں کو شاید کوئی خاص فائدہ نہ ہو۔

5. شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر حدیث کے مختلف حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ میں نے فقط مشہور و معروف کتب کا ذکر ہی مناسب سمجھا ہے تاکہ طوالت سے بچا جائے۔

6. کچھ مقامات پر میں نے اپنی طرف سے مشکل الفاظ کی تشریح کی ہے تاکہ ہمارے اردو جاننے والے بھائی کوئی مشکل محسوس نہ کریں اور اس کی وضاحت حاشیہ میں لفظ (مترجم) لکھ کر کر دی گئی ہے۔ عبارت کا تسلسل قائم رکھنے کے لیے بعض مقامات پر متن کے اندر بھی بریکٹ لگا کر کچھ الفاظ کے معانی ذکر کیے گئے ہیں۔

7. حوالہ جات شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کردہ ہیں جو اسی طرح ہی منتقل کر دیے گئے ہیں۔

میں قارئین کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اس کتاب میں موجود کتاب وسنت کی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور مصنف' مترجم' اور ناشر کے لیے خلوص دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہم سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

محمد اختر صدیق

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقدیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ، نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.

''بے شک تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں' اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے ہی بخشش طلب کرتے ہیں' اور ہم اپنے نفسوں اور اپنے برے اعمال کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں' جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے' اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا' اور جس کو وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا' میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝﴾ [۳/آل عمران:۱۰۲]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو' جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے' اور تم ہرگز فوت نہ ہونا مگر یہ کہ تم مسلمان ہو۔''

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا۝﴾

[۴/النسآء:۱]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا' اور اسی (جان) میں سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا' اور ان دونوں میں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں' اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کا واسطہ دیتے ہو (سوال کرنے کے لیے) 'اور ناطہ توڑنے سے (بچو) بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔"

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًاo يُّصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًاo﴾ [۳۳/الاحزاب:۷۰،۷۱]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور سیدھی صاف بات کرو' (اللہ) تمہارے کام بنا دے گا' اور تمہیں تمہارے گناہ بخش دے گا' جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے' تو وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر گیا۔"

امابعد!

بیشک سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے' اور سب سے پیاری ہدایت' محمد ﷺ کی رہنمائی ہے۔ اور سب سے برا کام (دین) میں نئی چیزیں (پیدا کرنا) ہیں' ہر نیا کام بدعت ہے' اور ہر بدعت گمراہی ہے' اور ہر گمراہی جہنم میں (داخل کرنے والی) ہے۔

اس کے بعد'

معزز قارئین! آپ کے ہاتھ میں اس وقت ہماری کتاب "سنت مطہرہ اور آداب مباشرت" کا تیسرا طبع ہے۔ ہم اس کو لوگوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس کتاب کے پہلے دونوں طبعات ایک عرصہ پہلے ختم ہو چکے ہیں جبکہ اس کی مانگ میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے' دنیا کے مختلف اسلامی ممالک سے اس کتاب میں رغبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ میں نے اس طبع میں بہت سے فوائد اور احادیث کی تخریج کا اضافہ کر دیا ہے جو پہلے نسخوں میں نہیں ہے۔ اس کا اہتمام فقط اس لیے کیا گیا ہے کہ ہر طبع میں قارئین کرام کے لیے کچھ نئے علمی فوائد' اور نفع بخش بحث شامل ہو۔ تاکہ لوگ پہلے سے بڑھ کر اس نیک عمل کا اہتمام کر سکیں اور میرے رب کے ہاں میرا ثواب اللہ تعالیٰ کے اس قول کے

مطابق مزید بڑھ سکے اور زیادہ ہو سکے۔

﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ﴾ [۳۶/یٰس:۱۲]

''اور ہم لکھیں گے' جو کچھ انہوں نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔''

اور جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی نے کسی کو رستہ ہدایت کی طرف بلایا' تو اس کے لیے عمل کرنے والے کی طرح ہی اجر ہے' جبکہ ان میں سے کسی کے اجر میں بھی کمی نہیں ہوگی۔'' [1]

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اس کتاب کو اپنے مؤمن بندوں کے لیے نفع بخش بنائے' اور میرے لیے اس کو اس دن کے واسطے ذخیرہ بنائے' جو اعمال کی جزا کا دن ہے' اور اس دن مال اور اولاد کوئی فائدہ نہ دے سکیں گے' مگر یہ کہ کوئی اللہ کے پاس سلیم (عیب سے خالی) دل لے کر آئے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

دمشق ۲۲ صفر ۱۳۸۸ھ
محمد ناصر الدین البانی

[1] صحیح مسلم (۶۲/۸) اور دیکھیے مختصر صحیح مسلم للإمام المنذری' تحقیق ناصر الدین البانی' حدیث نمبر ۱۸۶۰۔

مُقدّمہ

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا' اور نبی ﷺ ' ان کی اولاد' ان کے صحابہ ان سے محبت کرنے والوں اوران کی ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر درود وسلام کے ساتھ (شروع کرر ہا ہوں)

امابعد!

اس کتاب کی تالیف اوراسے لوگوں کی خدمت میں پیش کرنے کا سبب ہمارے دینی بھائی' محترم استاد عبدالرحمٰن البانی کی اس خواہش کا احترام ہے' جس کا اظہار انہوں نے اپنی شادی کے موقع پر میرے سامنے کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس مبارک موقع پر اس کی تالیف کا مشورہ دیا۔ انہوں نے اپنے خرچ پر اس کتاب کو چھپوا کر شادی کی رات تقریب عروسی میں مفت تقسیم کیا جبکہ لوگ ایسی محفلوں میں مٹھائیاں اور شرینیاں بانٹتے ہیں جن کا نہ ہی تو اثر باقی رہتا ہے اور نہ ہی وہ خاص فائدہ مند ہوتی ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی دیگر بہت سی نیکیوں میں سے ایک بہترین نیکی اور بہت اچھا طریقہ ہے' ان شاء اللہ۔

آج مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے کہ وہ ایسے ہی طریقہ کار استعمال کریں' اور ایسے ہی رستوں پر گامزن ہوں۔

جب اس کتاب کا پہلا نسخہ ختم ہوا۔ مختلف شہروں اور علاقوں میں' اس سے لوگوں نے خوب فائدہ اٹھایا' تو اکثر بھائیوں نے اسے دوبارہ شائع کرنے کا مشورہ دیا' اور انہوں نے بڑی شدت کے ساتھ مجھ سے اسکی اشاعت کا مطالبہ کیا۔ میں نے ان کی بات کا مثبت جواب دیا' اور کچھ وقت نکال کر دوسرے طبع میں چند مفید چیزوں کا اضافہ کر دیا جو وقت کی کمی اور جلدی کی وجہ سے پہلے نسخہ میں ذکر نہ ہو سکیں۔

میں نے کوشش کی ہے کہ ان ضروری مسائل پر قدرے تفصیل کے ساتھ لکھا جائے جن کو موجودہ دور میں یا اس سے پہلے بعض لوگوں نے غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ میں نے

اپنی استطاعت کے مطابق ان لوگوں کی غلطیاں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ میری تمام کوشش دلائل و براہین سے مزین ہے تاکہ کتاب پڑھنے والا ہر معزز قاری دلیل کے ساتھ بات کر سکے۔ اور وہ (اس معاملہ میں) مکمل دینی بصیرت کا حامل ہو' کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شکوک وشبہات پیدا کرنے والوں' بے بنیاد جھگڑا کرنے والوں اور حق پر چلنے والوں کی قلت کی وجہ سے متاثر ہو جائے۔ کیونکہ موجودہ دور میں سنت پر عمل' اہل دین میں بھی اجنبی سا ہوتا جا رہا ہے' مخالفین اور دین سے روکنے والوں کی تو بات ہی کیا کریں؟

میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتا ہوں' کہ وہ ہم کو اپنے ان قلیل بندوں میں شامل فرمالے' جن کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"بے شک اسلام اجنبی شروع ہوا اور عنقریب اجنبیت کی حالت میں لوٹ جائے گا۔ پس اجنبیوں ❁ کے لیے مبارک باد ہے۔" [1]

میں اس کتاب کے شروع میں علامہ شیخ محبّ الدین الخطیب کے دست مبارک سے لکھا ہوا مقدمہ ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کیونکہ یہ بے شمار فوائد اور پند و نصائح پر مشتمل ہے اور یہ طبع اولیٰ میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ میری رائے کے مطابق یہ مقدمہ آج کل کی عورتوں کے لئے اس کتاب پر عمل کرنے کے لیے تمہید کی حیثیت رکھتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ ایسی بہترین رہنمائی پر مشتمل ہے کہ شاید ان عورتوں نے اس سے پہلے اتنی بہترین باتیں نہ ہی سنی ہوں اور نہ ہی دیکھی ہوں۔

پس اے اللہ! ہم کو حق بات' حق بنا کر دکھا' اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرما' اور ہمیں باطل' باطل بنا کر ہی دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق فرما' بے شک تو بہت زیادہ سننے والا اور بہت زیادہ قبول کرنے والا ہے۔

دمشق ۲۵/۱۰/۱۳۷۶ھ

محمد ناصر الدین البانی

---

[1] صحیح مسلم، دیکھیے مختصر صحیح مسلم للمنذری، حدیث نمبر ۲۷، تحقیق البانی۔

❁ یہاں اجنبی لوگوں سے مراد اہل حق کی قلت اور عدم دستیابی ہے جو خالص کتاب وسنت پر عمل کرنے والے ہیں۔ (مترجم)

مقدمہ طبع اول

بقلم فضيلة الشيخ محب الدين الخطيب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے' مخلوقات کے لیے اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ایسا نہیں کہ ظاہر و باطن میں اس کی اطاعت کی جائے' اور درود و سلام ہوں کائنات کے بہترین معلم' محمد ﷺ پر جنہوں نے لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی۔ ان کی آل اور ان کے صحابہ پر بھی لاکھوں رحمتیں نازل ہوں۔

امابعد!

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اکثر مسلمان بچوں جیسی ذہنیت کے حامل بن چکے ہیں' ان کو ہر وہ بات غفلت اور لالچ میں ڈال دیتی ہے جو بچوں کو مشغول کر دیتی ہے اور ہر وہ چیز ان کو خیر و بھلائی' صراط مستقیم' صحیح منہج اور اصل ہدف سے دور کر سکتی ہے جس کے ساتھ بچوں کا دل بہلایا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کی حالت اتنی مضحکہ خیز ہو چکی ہے کہ یہ لوگ اسلام کی رہنمائی نام نہاد اعتدال پسندی کے پرفریب نعرہ میں تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور شریعت کی تفسیر ان بے فائدہ کاموں' رذیل خواہشات' بے ہودہ باتوں اور بے کار چیزوں میں ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں' جن کے یہ خود غلام بنے ہوئے ہیں۔

اس حالت میں اگر مسلمان اپنے پروردگار کی طرف رجوع کریں تو وہ جہاں ان کی عقول کی حفاظت کرے گا (سیدھی راہ پر لگائے گا) وہاں ان کے اعمال' اوقات اور کوششوں میں برکت عطا فرمائے گا۔ وہ ان کو ایسے اسبابِ قوت اور ایسی میراث عطا کرے گا جس کی بنا پر ان کی کھوئی ہوئی عظمت لوٹ سکے گی اور ان کو دنیا کی حکمرانی نصیب

ہو گی۔

سنت اسلام کی حقیقی میانہ روی میں تلاش' دین کی صحیح راہنمائی' ہدایت اسلام کے نور سے کامل روشنی کا حصول' اور مذکورہ بیماریوں سے نجات کہ مسلمان جن کے ایک ہزار سال سے بھی زائد عرصہ سے غلام بنے ہوئے ہیں۔ دو امور پر مشتمل ہے۔

1. باعمل علما کا اخلاص' وہ باعمل علما جو اس امت کے لیے اپنے دین کی تمام وہ سنتیں اور سنہری طریقے ہر لحاظ سے واضح کرنے کی کوشش کریں جن پر دین اسلام کی عمارت قائم ہے۔
2. ایسے مسلمانوں کی کثرت جو مذکورہ بیانات کی تردید اپنے عمل سے کرنے کے لیے اپنی جانوں کو ہر وقت تیار رکھیں' تاکہ وہ لوگ جو باقاعدہ درس و تدریس اور تعلیم کے زیور سے آراستہ نہیں ہیں وہ بھی ان لوگوں سے مکمل استفادہ حاصل کر سکیں۔

یہ بہترین کتابچہ شادی بیاہ اور ولیمہ وغیرہ کے متعلق نبی ﷺ کی تعلیمات میں ایک Model (نمونہ) کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایسی صحیح سنتوں پر مشتمل ہے جو اس مسئلہ میں دینی تعلیمات کی اساس کی حیثیت رکھتی ہیں۔

شادی بیاہ کے مسئلہ میں مسلمان اسلام کے طریقوں سے اتنے دور ہو چکے ہیں کہ انہوں نے قبل از اسلام جاہلیت کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ وہ بالکل نئی جاہلیت کے موجد نظر آتے ہیں جس کی بنا پر ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے جہنم کی طرف سبقت کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ اس قدر گمراہ ہو چکے ہیں کہ انہوں نے شادی بیاہ کو ناجائز اخراجات کی بنا پر اتنا مشکل بنا ڈالا ہے کہ یہ عام لوگوں کی طاقت سے باہر نظر آنے لگی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ لوگ شادی میں دلچسپی لینا ہی چھوڑ دیں گے۔ حالانکہ یہ تو اسلام کی ایک سادہ اور آسان سی سنت تھی۔ جب ان لوگوں نے اسلامی تعلیمات کو چھوڑ دیا تو اس غلطی نے انہیں جاہلیت کے برے اور نقصان دہ رستوں پر ڈال دیا۔

اس کے بعد میں کہنا چاہوں گا کہ بذات خود مجھے اس کتابچہ کی ترتیب کے لیے مناسب موقع میسر آیا اور میں نے اس کا عنوان بھی ترتیب دے دیا تھا۔ مگر یہ سعادت ہمارے ایک

ایسے بھائی کے حصہ میں آئی جو سنت کی طرف دعوت دینے والے ہیں اور ان کا شمار ایسے علما کی صف میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی پوری زندگی احیائے سنت کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ ہمارے اس بھائی کا نام جن سے ہمارا غائبانہ تعارف ہے۔ ''شیخ ابوعبدالرحمٰن محمد ناصرالدین' نوح نجاتی' البانی'' ہیں۔ جنھوں نے مسلمانوں کے سامنے ''سنت مطہرہ اور آداب مباشرت'' کے عنوان سے ایک کتابچہ پیش کیا ہے۔ جو صحیح یا حسن❁ احادیث سے مزین ہے۔ کاش کہ انہیں کھلا وقت اور اسباب میسر آتے کہ وہ ازدواجی زندگی' بہترین گھر کے آداب' اور جو کچھ بھی ایک اسلامی خاندان کے متعلق تھا سب ذکر کر دیتے' لیکن یہ بات مسلم ہے کہ پہلی رات کو چاند ایک باریک شاخ کی مانند ہوتا ہے پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ مطلع آسمان کا سفر طے کرتے کرتے کامل ہو جاتا ہے جسے ''بدر'' کہتے ہیں۔

جس طرح اس کتابچہ کی تیاری اور اس کا موضوع تلاش کرنے اور مؤلف نے اسے بیان کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے اسی طرح اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے موجودہ دور میں پہلا مسلمان مرد اور مسلمان عورت دونوں تیار ہوئے کہ وہ اس معاملہ میں مسلمانوں کے لیے نمونہ بنیں گے۔ وہ افراط و تفریط سے بچتے ہوئے بے کار' اور بے ہودہ عادات سے دور رہتے ہوئے زندگی گزاریں گے۔ ان دونوں نے جب اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار کیا کہ وہ دونوں ایسے اسلامی اور پاک گھر کی بنیاد رکھیں جو اسلامی خاندانی نظام کا نمونہ اور جاہلیت کی تقلید' غیر اسلامی رسومات' اور بری عادات سے محفوظ ہو۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے مؤمن اور مجاہد بھائی عبدالرحمٰن البانی کی مدد فرمائے اور زندگی کے تمام مراحل میں ان کا حامی و ناصر ہو تا کہ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی بنا پر ان کی تمام نیک خواہشات پوری ہو سکیں۔

میں اپنی بات کو مسلمان عرب عورتوں کی تاریخ سے ایک مثال کے ساتھ ختم کرنا چاہتا ہوں جو ہر شادی کرنے والی مسلمان عورت کے لیے مشعل راہ ہے۔ میں امید کروں گا کہ وہ اس کو ہر وقت اپنے سامنے رکھے گی تا کہ اس کا نام تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے۔ ان شاء اللہ۔

❁ حسن حدیث، صحیح سے کچھ کم درجہ رکھتی ہے مگر صحیح حدیث کی طرح ہی قابل عمل ہوتی ہے۔ (مترجم)

فاطمہ بنت امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان کی جب شادی ہوئی تو اس کے باپ کی سلطنت کی حدود شام' عراق' حجاز' یمن' ایران' سندھ' قفقاسیا' قرم' اور اسی طرح ماوراء النھر' بخارا' مصر' سوڈان' لیبیا' تیونس' الجزائر' مغرب الاقصی (مراکش) اندلس وغیرہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ فاطمہ فقط خلیفہ کی بیٹی ہی نہیں بلکہ وہ اسلام کے چار مشہور و معروف خلفا خالد بن عبدالملک' سلیمان بن عبدالملک' یزید بن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک کی بہن بھی تھی۔

مزید یہ کہ وہ خلفائے راشدین کے بعد سب سے زیادہ مشہور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی بیوی ہیں۔ یہ عورت خلیفہ کی بیٹی' چار خلفا کی بہن اور امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کی بیوی ہے۔ جب اس نے اپنے باپ کے گھر سے اپنے خاوند کے گھر کی طرف رختِ سفر باندھا تو دنیا کی تمام عورتوں سے زیادہ زیور' ہیرے' جواہرات' میں لدی ہوئی تھی اور یہ اس عظیم خزانہ کی تنہا مالک تھی' اس کے زیور سے ہی ماریہ نامی عورت کے دو کانٹے بنائے گئے تھے جو تاریخ میں مشہور ہیں۔ مختلف شعراء نے بھی اپنی شاعری میں کئی مقامات پر اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان دو کانٹوں میں سے ہر کانٹا ایک خزانے کے برابر تھا۔

اس وضاحت کے بعد یہ کہنا فضول سا معلوم ہوتا ہے کہ فاطمہ کو اتنی نعمتیں میسر تھیں جو اس وقت کسی عورت کو بھی حاصل نہیں تھیں۔ اگر وہ اپنے خاوند کے گھر میں اسی طرح زندگی گزارتی جس طرح اپنے باپ کے گھر میں رہ رہی تھی تو اطراف عالم سے تمام نعمتیں اس کے دامن میں سمٹ آتیں۔ لازمی بات ہے کہ ہر روز اسے انواع اقسام کے بہترین اور مہنگے کھانے میسر آتے۔ اسے ہر وہ نعمت حاصل رہتی جس سے بنی نوع انسان واقف تھے' کیونکہ وہ اس کی استطاعت رکھتی تھی۔

اگر میں لوگوں میں اس بات کا اعلان کروں کہ عیش و عشرت پر مبنی پر تکلف زندگی حقیقت میں بے کار اور صحت کے لیے نقصان دہ ہے' وہ صحت و عافیت جس سے میانہ روی اختیار کرنے والے لوگ خوب فائدہ اٹھاتے ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ اور مزید یہ کہ پر تعیش زندگی' غریب اور فاقہ کش لوگوں کے دل میں نفرت حسد اور کینہ کو جنم دیتی ہے۔

یاد رکھیں کہ زندگی کتنی ہی پر آسائش اور سہولیات سے مزین کیوں نہ ہو وہ عام

عادات سے مناسبت ضرور رکھتی ہے۔ وہ لوگ جو ہر وقت نعمتوں کی اعلیٰ اقسام سے استفادہ کرتے ہیں' وہ بھی اس وقت فاقہ سے دوچار ہو جاتے ہیں جب ان کا نفس اس سے بڑی نعمت کی خواہش کرتا ہے' اور وہ اس کے حصول میں ناکام رہتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں میانہ روی اختیار کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہے جو کچھ پیچھے ہے' وہ جب چاہتے ہیں اسے حاصل کر لیتے ہیں۔ انہوں نے فقط اتنا سا کام کیا ہے کہ زندگی کی انتہائی اعلیٰ سہولیات اور مذکورہ سوچ سے کنارہ کشی کا ذہن بنا رکھا ہے۔ تاکہ وہ اپنی خواہشات پر غالب رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ نفسانی خواہشات کے غلام بن کر رہ جائیں۔ اسی لیے تو خلیفۂ اعظم عمر بن عبدالعزیز نے اس وقت اپنے گھر کا خرچہ چند درہم تجویز کیا جب وہ بہت بڑی سلطنت کے حکمران تھے۔ ان کے اس فیصلہ پر ان کی بیوی بھی مکمل رضامند ہو گئی' وہ بیوی جو خلیفہ کی بیٹی اور چار خلفا کی بہن تھی۔ وہ اس فقیرانہ زندگی پر بہت خوش تھی کیونکہ اس نے قناعت اور میانہ روی کا میٹھا ذائقہ چکھ لیا تھا اور یہی حقیقی لذت اس کی پسند بن گئی۔ اس نے اس نعمت کو دولت اور بے کار و بے فائدہ زندگی پر ترجیح دی جس سے وہ گزشتہ ایام میں خوب واقف تھی۔ جب اس کے خاوند نے اس سے بچگانہ ذہن ترک کرنے کا مطالبہ کیا اور حکم دیا کہ وہ لہو ولعب اور کھیل کود کا سامان اپنے گھر سے نکال دے' جس کے ساتھ وہ اپنے کان' گردن' بال اور بازو وزنی کیے ہوئے ہے جو نہ ہی انسان کو موٹا کرتا ہے اور نہ بھوک میں کام آ سکتا ہے اور اگر اس کو بیچ دیا جائے تو ہزاروں مردوں' عورتوں اور بچوں کا پیٹ پالا جا سکتا ہے تو اس نے فوراً خاوند کی آواز پر لبیک کہا اور اپنے زیور' ہیرے' جواہرات' اور موتیوں کے بوجھ سے راحت حاصل کر لی جو وہ باپ کے گھر سے لے کر آئی تھی۔ اس نے یہ سب کچھ بیت المال کو ہبہ کر دیا۔

جب امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز فوت ہوئے اور انہوں نے اپنی بیوی اور اولاد کے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا تو بیت المال کا نگران آیا۔ اور فاطمہ رحمہا اللہ کو کہنے لگا: اے میری مالکہ! آپ کا تمام سامان' زیور' ہیرے جواہرات میرے پاس اسی طرح امانت پڑا ہوا ہے۔ میں نے اس دن سے لے کر آج تک اس کی حفاظت کی ہے۔ میں آپ سے اجازت طلب

کرنے آیا ہوں کہ اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ اس نے جواب دیا: ''میں نے تو یہ مال امیر المؤمنین کے حکم کے مطابق بیت المال کو ہبہ کر دیا تھا۔'' پھر کہنے لگیں:

''میں ایسی عورت نہیں ہوں کہ زندگی میں تو ان کی اطاعت کروں اور ان کے مرنے کے بعد ان کی نافرمانی کروں۔''

اس نے وراثت میں ملنے والا کروڑوں کا مال لینے سے انکار کر دیا حالانکہ وہ اس وقت کوڑی کوڑی کی محتاج تھی۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ہمیشہ کے لیے زندہ رکھا ہے۔ آج ہم بھی کئی برس گزر جانے کے بعد اس کے شرف و مرتبہ اور اس کے اونچے درجات کے متعلق بات کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور اسے جنت میں انتہائی اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین۔

یاد رکھو! خوشحالی اور خوش بختی یہ ہے کہ انسان ہر چیز کے اندر میانہ روی پر گامزن رہے۔ زندگی کا کوئی بھی لمحہ کیسا ہی کیوں نہ ہو جب لوگ اس کی عادت ڈال لیتے ہیں' تو انتہائی سکون محسوس کرتے ہیں۔ حقیقت میں آزاد انسان وہی ہے جو ہر بے فائدہ اور غیر ضروری چیزوں سے آزادی حاصل کر لیتا ہے۔ اسلام اور انسانیت کے اندر اسے ہی حقیقی غنٰی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ایسے لوگوں میں شامل فرمائے۔ آمین۔

۱۷ ذی الحجہ' ۱۳۷۱ھ

۷ ستمبر ۱۹۵۲ء

محبّ الدین الخطیب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنی محکم کتاب میں فرمایا:

﴿وَ مِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ﴾ [۳۰/الروم:۲۱]

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری بیویاں تم ہی میں سے پیدا کیں اس لیے کہ تم اس کے پاس سکون حاصل کرو' اور تمہارے درمیان الفت اور محبت رکھی۔''

اور درود وسلام ہوں۔ محمد ﷺ کی ذات گرامی پر جن سے مندرجہ ذیل حدیث وارد ہے۔

''زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو' میں تمہاری کثرت کی وجہ سے (دیگر) انبیا کے مقابل فخر کروں گا۔''

امابعد! (اس کے بعد)

بے شک شادی کرنے والا جب اپنی بیوی سے ہم بستری کا ارادہ کرے تو اسلام نے اس کے لیے کچھ آداب ذکر کیے ہیں۔ جن سے اکثر لوگ غفلت برتتے ہیں یا پھر انہیں ان کا علم ہی نہیں ہے۔

یہ بات مجھے پسند آئی کہ میں اپنے ایک قریبی دوست کی شادی کی مناسبت سے ان آداب کو ایک بہترین کتابچہ کی شکل میں ذکر کروں' تا کہ اس کی روشنی میں میرے اس بھائی اور دیگر مسلمانوں کے لیے سید المرسلین ﷺ کی اس شریعت پر عمل پیرا ہونا آسان ہو سکے جوان پر کائنات کے پروردگار نے نازل فرمائی ہے۔ میں نے اس کتاب کے آخر میں بعض ایسے امور پر تنبیہ بھی کی ہے' جن کا ارتکاب آج کل شادی کرنے والے اکثر لوگ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو منافع بخش بنائے' اور اس کوشش کو اپنے لیے خالص کرلے' بے شک وہ نیکی کی توفیق دینے والا اور انتہائی مہربان ہے۔

یاد رہے کہ (مباشرت) کے آداب تو بہت زیادہ ہیں' مگر اس عجلت میں ہم فقط ایسے آداب کا تذکرہ مناسب سمجھتے ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ سے ثابت ہیں۔ سند کے اعتبار سے ان کے انکار اور صحت کے اعتبار سے ان میں شک کا معمولی سا شائبہ بھی نہیں ہے۔ میری یہ کوشش فقط اس لیے ہے کہ (شادی کرنے والا) پوری بصیرت' اور مکمل یقین کے ساتھ ان تعلیمات پر عمل کر سکے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اتباع سنت کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی کا افتتاح کرنے کی بنا پر وہ (ہمارے بھائی) کی پوری زندگی با سعادت بنائے' اور اس کو اپنے ان بندوں میں شامل فرمالے جن کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد مبارک میں بیان فرمائے ہیں:

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ [۲۵/الفرقان:۷۴]

اور جو یہ دعا کرتے ہیں: ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں ایسی بیویاں اور اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔''

یہ بات مسلم ہے کہ اچھا انجام فقط پرہیزگاروں کے لیے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَّ عُيُونٍ ۝ وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝﴾

''بے شک پرہیزگار' وہ سایوں' چشموں' اور ان میووں میں ہوں گے جو وہ چاہیں گے (کہا جائے گا) دل بھر کے کھاؤ اور پیو' اس چیز کے بدلے جو تم عمل کیا کرتے تھے' بے شک ہم نیکی کرنے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں۔'' [۷۷/المرسلات:۴۱'۴۴]

آئندہ سطور میں آداب (مباشرت) ملاحظہ فرمائیں۔

۱: بیوی کے ساتھ لطف و مہربانی اور حسن سلوک

آدمی کے لیے مستحب* ہے کہ جب اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس کے ساتھ حسن

* شریعت کی نظر میں پسندیدہ عمل۔ (مترجم)

سلوک' اور مہربانی سے پیش آئے' مثلاً' اس کو کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کرے۔ اسماء بنت یزید سکن فرماتی ہیں:

''میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تیار (آرائش) کیا اور پیغام بھیجا کہ آپ آکر ان کو دیکھ لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں بیٹھ گئے' آپ کو دودھ کا ایک بڑا پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے پہلے خود پیا' اور پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھا دیا' مگر انہوں نے شرم سے سر جھکا لیا۔ میں نے ان کو ڈانٹا اور کہا: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے پیالہ پکڑ لو' جس پر انہوں نے پیالہ پکڑ لیا اور تھوڑا سا دودھ پیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا: ''اپنی بہن کو دے دو۔'' اسماء کہتی ہیں میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بلکہ آپ پکڑیں اور پہلے خود پئیں پھر مجھے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ پکڑ لیا' اس میں سے کچھ دودھ پیا اور باقی مجھے واپس کر دیا۔ وہ کہتی ہیں: میں بیٹھ گئی' اور پیالے کو گھمانا شروع کیا تاکہ میں اس مقام پر اپنے ہونٹ رکھ سکوں جہاں پہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہونٹ مبارک رکھ کر پیا تھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ موجود دیگر خواتین کو کہا: ''تم بھی پی لو'' وہ عرض کرنے لگیں۔ ہمیں طلب نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم جھوٹ اور بھوک کو جمع نہ کرو۔'' [1]

۲: بیوی کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کے لیے دعا کرنا

دولہا کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری سے پہلے اس کے سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ رکھے' اللہ تعالیٰ کا نام لے (بسم اللہ کہے) اور برکت کی دعا کرے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ ذیل فرمان پڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی جب کسی عورت سے شادی (ہم بستری) کرے' یا

---

[1] مسند احمد: ۶/ ۴۳۸، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۸۔ مسند حمیدی: ۲/۶۱۔ اس کی سند قوی ہے۔ تاریخ اصبهان: ۲۸۲، ۲۸۳۔

غلام خریدے تو اس کی پیشانی سے پکڑے' [1] اور اللہ تعالیٰ کا نام لے' اور برکت کی دعا کرے۔''

یہ الفاظ کہے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِهَا وَ خَیْرِ مَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ وَ أَعُوذُبِکَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّمَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ.))

''اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس بھلائی کا جس پر تو نے اس کو پیدا کیا' اور اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس شر سے جس پر تو نے اسے پیدا کیا۔''

اور جب کوئی اونٹ خریدے تو اس کی کہان کی چوٹی سے پکڑ کر مذکورہ الفاظ کہے۔ [2]

۳: میاں بیوی کا اکٹھے نماز پڑھنا

میاں بیوی دونوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ اکٹھے دو رکعت نماز ادا کریں کیونکہ یہ سلف صالحین سے منقول ہے۔ اس مسئلہ میں دو اثر (دلائل) ثابت ہیں۔

پہلا اثر: ابی سعید جو کہ ابی اسید کے غلام ہیں۔ کہتے ہیں:

میں نے غلامی کی حالت میں شادی کی' میں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو دعوت دی جن میں ابن مسعودؓ ابوذر اور حذیفہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ جماعت کروانے کے لیے آگے ہوئے' تو صحابہ نے انہیں کہا: ٹھہرو۔ [3] وہ کہنے لگے: کیا واقعی (ٹھہروں)؟ صحابہ نے کہا: ہاں' (ابی سعید) کہتے ہیں: انہوں نے مجھے آگے کر دیا حالانکہ میں غلام تھا۔ انہوں نے مجھے سکھلایا اور کہا: جب تیرے پاس تیری اہلیہ آئے تو اس کے

---

[1] یہاں پیشانی سے مراد پیشانی کے بال پکڑنا ہے۔

[2] ابوداؤد: ۱/ ۳۳۶۔ ابن ماجہ: ۱/ ۵۹۲۔ بیہقی: ۷/ ۱۴۷۔ اس کی سند بہترین ہے۔ احکام کبریٰ کے اندر عبدالحق ابو شبیلی نے اسے صحیح کہا ہے۔

[3] اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صحابہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ میزبان کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر نماز کی امامت کروانا منع ہے۔ حدیث میں آتا ہے: ''کوئی آدمی کسی کے گھر میں یا اس کی سلطنت میں امامت نہ کروائے۔'' صحیح مسلم۔ صحیح ابوعوانہ۔ صحیح ابوداؤد: ۵۹۴۔

ساتھ دو رکعت ادا کر لے پھر اللہ تعالیٰ سے اس داخل ہونے والی کی بھلائی اور اسکے شر سے محفوظ رہنے کا سوال کرنا۔ اس کے بعد تو جان اور تیری گھر والی جانے۔ [1]

دوسرا اثر: حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جس کا نام ابوحریز ہے' ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں نے نوجوان کنواری لڑکی سے شادی کی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھ سے نفرت کرے گی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک محبت اللہ کی طرف سے' اور ناچاقی شیطان کی طرف سے ہے۔ کیونکہ وہ تو چاہتا ہے کہ ان اشیاء کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنا دے جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر رکھا ہے۔ جب وہ تیرے پاس آئے' تو اسے حکم دینا کہ وہ تمہارے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ قصہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اسے کہا تو اس طرح کہہ:

((اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْ اَھْلِیْ' وَ بَارِکْ لَھُمْ فِیَّ اَللّٰھُمَّ اَجْمَعْ بَیْنَنَا مَا جَمَعْتَ بِخَیْرٍ وَ فَرِّقْ بَیْنَنَا اِذَا فَرَّقْتَ اِلٰی خَیْرٍ.))

"اے اللہ! میرے لیے میرے گھر والوں میں اور ان کے لیے مجھ میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہم دونوں کو تو اپنی طرف سے بھلائی پر جمع فرما' اور ہم میں جب تو جدائی ڈالے تو بھلائی کے لیے ہی ڈالنا۔" [2]

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/۵۰۔ وجہ ا۔ اور (۱۲/۴۳، وجہ ۲)۔ مصنف عبدالرزاق: ۶/۱۹۱۔ اس کی سند ابی سعید تک صحیح ہے اور یہ مستور الحال ہے۔ میں نے اس کا ذکر فقط اصابہ فی تمیز صحابہ اور ثقات ابن حبان میں دیکھا ہے۔

[2] مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۱۹۱۔ ۱۹۱/ ۱۰۴۶۰۔ ۱۰۴۶۱۔ اس کی سند صحیح ہے۔ طبرانی: ۳/۲۱/۲ (اوسط + صغیر) میں یہ قصہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب بیوی خاوند کے پاس آئے، تو خاوند آگے کھڑا ہو اور اس کی عورت اس کے پیچھے کھڑی ہو۔ وہ دو رکعت نماز ادا کریں۔ اور آدمی یہ الفاظ کہے: "اے اللہ! میرے لیے میرے اہل میں، اور میرے اہل کے لیے مجھ میں برکت عطا فرما، اے اللہ! میرے اہل کو مجھ سے اور مجھ کو میرے اہل سے رزق (اولاد) عطا فرما، اے اللہ! ہم دونوں کو اپنی طرف سے بھلائی پر جمع فرما اور ہم میں کسی بھلائی کے لیے ہی جدائی ڈالنا۔" اور کہا کہ اس کو عطاء سے حسین کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں: "ان کا قصد یہ ہے کہ مرفوع روایت نہیں کیا۔ کیونکہ عطاء بن سائب کو اختلاط ہو گیا تھا۔ حماد نے یہ قصہ عطاء کے اختلاط سے قبل روایت کیا۔ اسی لیے تو ہم نے اس کو متن میں ذکر کر دیا، یہ ابن مسعود کی دوسری روایت ہے۔ یہ قصہ مجھے عبداللہ بن مسعود کی ایک اور روایت سے بھی ملا ہے اور یہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ☆☆)

۴: ہم بستری کے وقت کیا کہے؟

جب وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا))

''اللہ کے نام کے ساتھ۔ اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ فرما اور جو تو ہمیں رزق (اولاد) دے اس کو بھی شیطان سے بچا۔''

نبی ﷺ نے فرمایا:

''اگر (اس دوران) اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اولاد عطا کر دے، تو اس کو شیطان کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔'' [1]

۵: جماع کیسے کرے؟

اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی سے (مقام پیدائش) میں جماع کرے،

(☆☆ گزشتہ سے پیوستہ) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ اس کو مندرجہ ذیل ائمہ نے روایت کیا ہے۔ اخبار اصبھان میں ابو نعیم نے ۱/ ۵۶۔ بزار نے اپنی مسند میں ابن عساکر نے تاریخ میں (۷/ ۲۰۹۔۱۔۲) اور عبدالرزاق نے ابن جریج سے یہ قصہ کچھ اس طرح نقل کیا ہے۔ مجھے بیان کیا گیا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے شادی کی۔ جب وہ اس کے پاس جانے لگے، تو گھر کی دیواروں پر پردے لٹکتے دیکھ کر دروازے میں ہی کھڑے ہو گئے، انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ تمہارا گھر مخصوص افراد کے داخلہ کے لیے ہے، یا پھر کعبہ اس پہاڑی پر منتقل ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک گھر میں داخل نہیں ہوں گا جب تک تم ان پردوں کو پھاڑ نہ دو۔ جب انہوں نے پردے پھاڑے تو وہ داخل ہوئے۔ انہوں نے اپنی بیوی کے پاس جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا: اللہ تجھ پر رحم کرے کیا تو میری فرمانبردار ہے؟ اس نے جواب دیا: آپ اس جگہ آ کر بیٹھے ہیں جہاں بیٹھنے والے کی اطاعت ہی کی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا: بے شک مجھے رسول اللہ ﷺ نے کہا ہے: ''جب تو شادی کرے تو تم دونوں (میاں بیوی) اللہ کی اطاعت پر ہی اکٹھے رہو۔'' سو تم کھڑی ہو جاؤ تاکہ ہم دو رکعت نماز پڑھ لیں جب تو مجھے دعا کرتے ہوئے سنے تو آمین کہنا۔ پھر میاں بیوی نے دو رکعت نماز ادا کی۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس رات گزاری۔ جب صبح ہوئی تو ان کے ساتھی آئے۔ ان میں سے ایک آدمی آپ کو ایک کونے میں لے گیا، اور کہا تم نے اپنی بیوی کو کیسا پایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے منہ پھیر لیا، پھر دوسرے نے، پھر تیسرے نے یہی سوال کیا، جب آپ رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا: ''اللہ تمہارے حال پر رحم کرے۔ تم اس چیز کے متعلق سوال کرتے ہو جو دیواروں اور پردوں میں چھپائی گئی تھی۔ آدمی کو چاہیے کہ جو اس کے لیے ظاہر ہو اس کے متعلق سوال کرے۔''

[1] صحیح بخاری: ۹/ ۱۸۷۔ نسائی کے علاوہ دیگر سنن کے مؤلفین نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۹۳ ۔ ۱۹۴۔ طبرانی: ۳/ ۱۵۱/ ۲۔ ارواء الغلیل: ۲۰۱۲۔

چاہے وہ کسی سمت سے ہو' آگے سے یا پیچھے سے ہو'اس دعویٰ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۠﴾ [1]

''تمہاری عورتیں' تمہاری کھیتی ہیں' تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔''

یعنی جس طرح تم چاہتے ہو' آگے سے یا پیچھے سے (اگلے حصہ میں) جماع کرو'اس کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں۔ یہاں فقط دو کا ذکر ہی کافی ہے۔

اول: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''یہودی یہ بات کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے پیچھے ہو کر اس کے اگلے حصہ میں جماع کرے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے'اس پر یہ آیت اتری: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۠﴾ ''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں' تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو' آؤ۔'' اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آگے سے یا پیچھے سے مگر یہ کہ (مقام پیدائش) میں۔'' [2]

دوم: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''مدینہ میں انصاریوں کا ایک قبیلہ آباد تھا جو کہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ اہل کتاب (یہودی) بھی رہتے تھے' یہودی اپنے آپ کو اہل کتاب انصاری قبیلہ سے علم کی بنیاد پر افضل خیال کرتے تھے۔ انصاری قبیلہ کے لوگ بہت ساری چیزوں میں ان کی پیروی کرتے تھے۔ اہل کتاب عورت کو (چت لٹا کر) اس سے تعلق قائم کرتے تھے۔ یہ عورت کے لیے زیادہ ستر پوشی کا باعث تھا۔ اس بات میں بھی انصار یہودیوں کی پیروی کرتے تھے۔ قریشی لوگ اپنی عورت سے تعلق کے لیے طرح طرح کے طریقے استعمال کرتے تھے اور جماع کی لذت حاصل کرتے تھے۔ وہ عورتوں کے آگے سے' پیچھے سے ہو کر اور چت لٹا کر تعلق قائم کرتے۔ جب

[1] [۲/البقرہ:۲۲۳] [2] صحیح بخاری:۸/۱۵۴۔ مسلم:۴/۱۵۶۔ امام نسائی نے ''عشرۃ النساء'' میں ذ... باب (۶۷/۱۔۲) بیہقی:۷/۱۹۵۔ ابن عساکر:۸/۹۳/۲۔

مہاجر صحابہ مدینہ آئے تو ان میں سے ایک آدمی نے انصار کی عورت سے شادی کر لی۔ اس نے (اپنے رواج کے مطابق) اس سے جماع کرنا چاہا تو اس عورت نے انکار کر دیا۔ اور کہا: ہمارے ساتھ تو فقط ایک ہی طریقہ پر تعلق قائم کیا جاتا ہے۔ تم بھی ایسے ہی کرو ورنہ مجھ سے دور رہو۔ وہ عورت اسی پر اصرار کرتی رہی اور معاملہ شدت اختیار کر گیا۔ یہ بات نبی ﷺ تک جا پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ص فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ یعنی آگے پیچھے یا چت لٹا کر فائدہ اٹھاؤ مگر اس شرط کے ساتھ کہ جماع بچہ پیدا ہونے کی جگہ میں ہو۔ [1]

٦: تحریم دبر

شوہر پر حرام ہے کہ وہ اپنی بیوی کی دبر (پاخانہ کی جگہ) میں جماع کرے اس کی دلیل سابقہ آیت کا مفہوم ہے کہ ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ اسی طرح مذکورہ احادیث اور دیگر کئی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔

پہلی حدیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب مہاجرین انصار کے پاس مدینہ آئے' ان کی عورتوں سے شادیاں رچائیں۔ مہاجر عورتوں کو زمین پر الٹا لٹا کر (یا ان کے ہاتھ زمین یا گھٹنوں پر رکھوا کر) جماع کرتے تھے۔ مہاجرین میں سے ایک آدمی نے انصاری عورت کے ساتھ اس طرح (جماع) کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے سے پہلے ایسا نہیں کر سکتی۔ وہ

---

[1] ابوداؤد: ۱/ ۳۷۷۔ حاکم: ۲/ ۱۹۵، ۲۷۹۔ بیہقی: ۷/ ۱۹۵۔ غریب الحدیث للخطابی: ۳/۷۳۔۲۔ اس کی سند حسن ہے۔ امام حاکم نے اس کو امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح کہا ہے۔ اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ سعید بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم لونڈیاں خریدتے ہیں اور ان سے دبر میں جماع کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ''اف کیا مسلمان ایسا کر سکتا ہے؟''

میں کہتا ہوں: ''اس کی سند صحیح ہے اور یہ ابن عمر سے صریح نص ہے کہ عورتوں سے دبر میں جماع کرنا حرام ہے اور انہوں نے اس کا شدید انکار کیا ہے۔''

آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' لیکن سوال کرنے سے شرماتی رہی۔ پھر آپ ﷺ سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''نہیں مگر ایک ہی جگہ (مقام پیدائش) میں ہو۔'' [1]

دوسری حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے' اور فرمایا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کس چیز نے تجھے ہلاک کر دیا؟'' وہ عرض کرنے لگے: ''آج رات میں نے اپنا کجاوہ الٹا کر دیا۔'' [2] آپ ﷺ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا تو رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ آیت وحی کر دی گئی: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگے سے آؤ یا پیچھے سے آؤ مگر دبر اور حیض والی سے بچو۔'' [3]

تیسری حدیث: حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ایک آدمی نے عورتوں سے دبر میں جماع کرنے کے متعلق سوال کیا۔ یا یہ کہ کوئی مرد اپنی عورت سے دبر میں جماع کرے تو کیسا ہے؟ نبی ﷺ نے کہا: جائز ہے' جب وہ آدمی جانے کے لیے مڑا تو آپ ﷺ نے اس کو بلایا یا پھر بلانے کا حکم دیا' اس کو بلایا گیا' آپ ﷺ نے پوچھا: تو نے کیا کہا؟ کس جگہ (شرمگاہ) کے متعلق تو نے پوچھا؟ تو نے عورت کی مقام پیدائش یا دبر کے متعلق سوال کیا؟ کیا (تیرا مطلب یہ ہے) پیچھے سے عورت کی قبل

---

[1] مسند احمد: ۶/ ۳۰۵، ۳۱۰، ۳۱۸۔ ترمذی: ۳/ ۷۵۔ امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ابن ابی حاتم نے اسے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ ۳۹/ ۱۔ بیہقی: ۷/ ۱۹۵۔ اس کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

[2] عورت کے پیچھے کھڑے ہو کر (مقام پیدائش) میں جماع کرنے سے کنایہ ہے۔

[3] امام نسائی نے اس کو اپنی کتاب ''العشرۃ'' میں نقل کیا ہے۔ ۷۶/ ۲۔ ترمذی: ۲/ ۱۶۲۔ ابن ابی حاتم: ۳۹/ ۱۔ طبرانی: ۳/ ۱۵۶۔ اس کی سند حسن۔ امام ترمذی نے بھی اس کو حسن کہا ہے۔

(مقام پیدائش) میں؟ یہ تو جائز ہے اور اگر یہ کہ پیچھے سے عورت کی دبر میں؟ تو یہ ناجائز ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتے' سو تم عورتوں کی دبر میں (جماع) نہ کرو۔" [1]

چوتھی حدیث:

"اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گا جو اپنی عورت کی دبر میں جماع کرے۔" [2]

پانچویں حدیث:

"وہ آدمی ملعون ہے جو عورتوں کی محاش یعنی (دبر) میں جماع کرے۔" [3]

چھٹی حدیث:

"جس آدمی نے حائضہ عورت یا عورت کی دبر میں جماع کیا' یا کاہن (نجومی) کی باتوں کی تصدیق کی۔ تو اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والی بھلائی (قرآن) کا انکار کر دیا۔" [4]

---

[1] امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے۔۲/۲۶۰۔ بیہقی: ۷/ ۱۹۶۔ دارمی: ۱/ ۱۴۵۔ طحاوی: ۲/ ۲۵۔ خطابی نے اسے غریب الحدیث میں نقل کیا ہے۔۲/۳/۷ اس کی سند صحیح ہے۔ اس کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ (۱۲۹۹) امام ابن حزم نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔۱۰/ ۷۰۔ حافظ ابن حجر نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ فتح الباری: ۸/ ۱۵۴۔

[2] العشرۃ للنسائی: ۲/ ۷۷، ۷/۸/ ۱۔ ترمذی: ۱/ ۲۸۔ ابن حبان: ۱۳۰۲۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ امام ترمذی نے بھی اس کو حسن کہا ہے۔ ابن راھویہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ ابن جارود نے اس کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔ (۳۳۴) امام احمد نے اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ مسند احمد: ۲/ ۲۷۲۔

[3] ابن عدی: ۲۱۱/ ۱ یہ حدیث عقبہ بن عامر کی سند سے مروی ہے۔ اور اس کی سند حسن ہے۔ یہ روایت ابن وہب عن ابن لھیعۃ ہے۔ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی شاہد ہے۔ دیکھیے ابو داؤد: ۲۱۶۲۔ اور مسند امام احمد: ۲/ ۴۴۴۔ ۴۷۹۔

[4] امام نسائی کے علاوہ اصحاب سنن نے اسے روایت کیا ہے۔ امام نسائی نے اسے "العشرۃ" میں نقل کیا ہے ۷/۸۔ مسند احمد: ۲/ ۴۰۸، ۴۷۶۔ اس کی سند صحیح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جب عورت کی دبر میں جماع کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اسے کفر سے تعبیر کیا۔ اس کو نسائی نے روایت کیا (ق ۷۷/ ۲) ابانہ: ۶/ ۵۶۔ اس کی سند صحیح ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہمیں بے شمار دلائل سے یہ یقین ہو چکا ہے کہ عورتوں سے دبر میں جماع نے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے اور ہم کو پختہ یقین ہے کہ یہ حرام ہے۔" سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۷۱/۱/۱۔

۷: دوبارہ جماع کا ارادہ ہو تو وضو کرے

جب آدمی اپنی عورت کے ساتھ جائز طریقہ سے ہم بستری کرے اور اس کا ارادہ دوبارہ جماع کرنے کا ہو تو نبی ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان کے پیش نظر وضو کرے۔

''جب تم میں سے کوئی گھر والی سے ہم بستری کرے۔ پھر دوبارہ جماع کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرلے' ایک روایت میں ہے کہ دو دفعہ کے درمیان (وضو کرے) ایک روایت میں ہے کہ نماز کی طرح وضو کرے یہ دوبارہ جماع کے لیے زیادہ نشیط (تیاری' چستی) کا باعث ہے۔'' [1]

۸: غسل افضل ہے

اگر وہ دوبارہ جماع کرنے سے قبل غسل کرلے تو یہ افضل ہے۔ ابی رافع روایت کرتے ہیں:

''ایک رات نبی ﷺ اپنی مختلف عورتوں کے پاس گئے آپ نے ہر عورت کے پاس علیحدہ غسل کیا۔ وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے ایک ہی دفعہ غسل کیوں نہ کرلیا؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''یہ (غسل) زیادہ اچھا اور زیادہ پاکیزہ ہے۔'' [2]

۹: میاں بیوی کا اکٹھے غسل کرنا

میاں بیوی کے لیے جائز ہے کہ وہ ایک ہی جگہ پر اکٹھے غسل کریں اگرچہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں۔ اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل احادیث بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہیں۔

اول: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں اور رسول اللہ ﷺ اکٹھے ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔ برتن کے اندر ہمارے ہاتھ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوتے۔ آپ جلدی

---

[1] صحیح مسلم: ۱/۱۷۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۵۱/۲۔ مسند احمد: ۳/ ۲۸۔ صحیح سنن ابی داؤد: ۲۱۶۔

[2] عشرۃ النساء ابی داؤد: ۷۹/۱۔ طبرانی: ۶/ ۹۶/۱۔ الطب لابی نعیم: ۲/۱۲/۱۔ اس کی سند حسن ہے۔ حافظ نے اسے مضبوط قرار دیا ہے۔

فرماتے تو میں عرض کرتی ۔ میرے لیے بھی چھوڑ دیجیے ۔ میرے لیے بھی چھوڑ دیجیے۔ اور وہ فرماتی ہیں: ''ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔'' [1]

دوم : معاویہ بن حیدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اپنے ستر کن سے چھپائیں اور کن سے کھولیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی بیوی اور اپنی لونڈی کے علاوہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔'' [2] وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: اگر بعض لوگ بعض

---

[1] صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ صحیح ابوعوانہ۔ یہ لفظ مسلم کے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے۔ ''آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''داؤدی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھ سکتے ہیں۔'' فتح الباری: ۱/ ۲۹۰۔ سلمان بن موسیٰ سے جب اس آدمی کے متعلق سوال ہوا جو اپنی بیوی کی شرمگاہ دیکھتا ہے۔ تو انہوں نے کہا: میں نے یہی سوال عطاء سے کیا تو انہوں نے کہا: میں نے یہی سوال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے یہی حدیث بیان کی۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ قول کہ ''میں نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ کی جگہ کو نہیں دیکھا'' ثابت نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں برکت بن محمد حلبی ہے۔ جس میں کوئی برکت نہیں۔ یہ جھوٹا ہے اور من گھڑت روایت بیان کرتا تھا۔ اس قول کی مزید دو سندیں ہیں جو صحیح نہیں ہیں۔

''اخلاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' نامی کتاب کے صفحہ نمبر (۲۵۱) پر ایک اور سند سے یہ اثر منقول ہے مگر اس میں ابوصالح ہے جس کا نام باذام ہے اور وہ ضعیف ہے۔ محمد بن قاسم اسدی کذاب ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ ''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کا ارادہ کرے تو پردہ کر لے، اور اونٹوں کی طرح بے پردگی کا مظاہرہ نہ کرے۔'' ابن ماجہ: ۱/ ۵۹۲۔ اس حدیث کی سند میں اُحوص بن حکیم ہے جو کہ ضعیف ہے۔

اسی طرح ''الاحیاء، عشرۃ النساء، الفوائد المنتقاۃ، ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، طبرانی وغیرہ میں اسی مفہوم کی احادیث درج ہیں وہ سب کی سب جھوٹی، منکر یا سخت ضعیف ہیں۔ ایک حدیث میں ہے: ''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی یا لونڈی سے جماع کرے تو اس کی شرمگاہ کو نہ دیکھے ورنہ بچہ اندھا پیدا ہوتا ہے۔'' یہ روایت بھی جھوٹی اور من گھڑت ہے۔

[2] ابن عروہ حنبلی کہتے ہیں: ''میاں بیوی کے لیے ایک دوسرے کے سارے بدن کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے حتیٰ کہ شرمگاہ کو چھونا بھی جائز ہے، کیونکہ شرمگاہ سے ہی تو وہ (بیوی) سے فائدہ اٹھاتا ہے لہٰذا بقیہ بدن کی طرح شرمگاہ کو دیکھنا اور چھونا بالکل جائز ہے۔'' الکواکب: ۵۷۵/ ۲۹/ ۱۔ یہی مذہب امام مالک بن انس کا ہے اور ابن ابی ذئب بھی اسی بات کے قائل تھے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ پھر ابن عروہ نے یہ بھی کہا: ''شرمگاہ کو دیکھنا مکروہ ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پردہ کو نہیں دیکھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی کمزوری ان پر واضح نہیں ہو سکی۔''

لوگوں کے ساتھ ہوں۔ (مرد مردوں کے ساتھ ہوں) تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر تو اسکی طاقت رکھتا ہے کہ تیری (شرمگاہ) کو کوئی نہ دیکھے تو کوئی نہ دیکھے۔

وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: کبھی انسان اکیلا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتے ہیں کہ لوگ اس سے شرم کریں۔'' [1]

۱۰: جنبی* سونے سے قبل وضو کرے

میاں بیوی اگر جنبی ہوں تو ان کو سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہیے۔ اس مسئلہ میں کئی احادیث وارد ہیں۔

اول: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ جب حالت جنابت میں کھانا کھاتے یا سونے کا ارادہ کرتے تو مقام پردہ کو دھوتے اور نماز کی طرح وضو فرماتے۔'' [2]

دوم: ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم میں سے کوئی حالت جنابت میں سو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دوہاں' جب وہ وضو کر لے۔''

اور ایک روایت میں ہے:

''وضو کر' اپنی شرمگاہ کو دھو اور پھر سو جا۔''

اور ایک روایت میں ہے:

---

[1] امام نسائی رحمہ اللہ کے علاوہ اس کو دیگر مؤلفین سنن نے روایت کیا ہے۔ امام نسائی نے بھی اسے ''العشرۃ'' میں روایت کیا ہے۔ ۷۶/۱۔ رویانی نے اسے مسند میں ذکر کیا ہے۔ ۱/۱۶۹/۲۷۔۲، ۱/۱۷۱۔۱۔ مسند احمد: ۵/۳، ۴۔ بیہقی: ۱/۱۹۹۔ اس کی سند حسن ہے۔ امام ذہبی نے بھی موافقت کی ہے۔ امام نسائی نے اس حدیث کا عنوان کچھ اس طرح بیان کیا۔ ''عورت کا اپنے خاوند کی شرمگاہ کو دیکھنا۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے کچھ اس طرح باب بیان کیا ہے ''جو آدمی خلوت میں ننگا نہائے، اور اگر پردہ کرے تو پردہ افضل ہے۔''

[2] صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابو عوانہ۔ صحیح سنن ابی داؤد: ۲۱۸۔

* جنبی سے مراد جس پر غسل واجب ہو۔ (مترجم)

''ہاں' اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے' پھر سوئے' اور جب چاہے غسل کر لے۔''

ایک اور روایت میں ہے۔

''ہاں' اگر وہ چاہے تو وضو کر لے۔'' [1]

سوم: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''فرشتے تین آدمیوں کے قریب نہیں جاتے۔ کافر کی لاش' اور جس نے زعفران ملی خوشبو لگائی ہو' اور جنبی آدمی جب تک وہ وضو نہ کر لے۔'' [2]

۱۱: اس وضو کا حکم

اگرچہ یہ وضو واجب نہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے پیش نظر سنت مؤکدہ ضرور ہے' کیونکہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تھا: ''کیا ہم میں سے کوئی حالت جنابت میں سو سکتا ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''ہاں' اگر وہ چاہے تو وضو کر لے۔'' [3]

اس موقف کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

''نبی ﷺ کبھی سو جایا کرتے تھے حالانکہ وہ جنبی ہوتے تھے اور وہ پانی کو چھوتے تک نہیں تھے (حتیٰ کہ آپ بیدار ہوتے اور غسل فرماتے)۔'' [4]

---

[1] صحیح بخاری، صحیح مسلم۔ ابن عساکر: ۲/۲۲۳/۱۳۔ دوسری روایت صحیح ابوداؤد: ۲۱۷۔ تیسری روایت صحیح مسلم، ابی عوانہ، اور سنن بیہقی: ۱/۲۱۰۔ آخری روایت صحیح ابن خزیمہ۔ صحیح ابن حبان۔ تلخیص: ۲/۱۵۶ میں ہے۔ یہ روایت وضو کے واجب نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جمہور علما کے نزدیک وضو واجب نہیں ہے۔

[2] ابوداؤد: ۲/۱۹۲، ۱۹۳۔ یہ حدیث حسن ہے۔ امام احمد، طحاوی، بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ ابوداؤد نے اس کی دو سندیں نقل کی ہیں اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے یہ بات اگرچہ محل نظر ہے مگر اس کے شواہد موجود ہیں، جب کہ ہیثمی نے اس کو ''المجمع'' میں روایت کیا ہے۔ ۵/۱۵۶۔

[3] صحیح ابن حبان: ۲۳۲۔ یہ روایت انہوں نے اپنے شیخ ابن خزیمہ سے نقل کی ہے (ان شاء) ''یعنی اگر وہ چاہے'' کے لفظ بھی صحیح مسلم میں ثابت ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وضو واجب نہیں ہے۔

[4] ابن ابی شیبہ: ۱/۴۵/۱۔ امام نسائی کے علاوہ اصحاب سنن نے اسے روایت کیا ہے۔ انہوں نے بھی ''العشرۃ'' میں اس کو روایت کیا ہے۔ ۷۹۔ ۸۰۔ امام طحاوی۔ طیالسی، امام احمد اور بغوی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (۹/۸۵۔۱) (۲/۱۴/۱۱)۔ مسند ابو یعلی: ۲/۲۲۴۔ صحیح ابوداؤد: ۲۲۳۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں رات گزارتے' اتنے میں حضرت بلال تشریف لاتے' نماز کے لیے اذان کہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور غسل فرماتے۔ میں ان کے سر سے پانی گرتا ہوا دیکھ رہی ہوتی تھی کہ آپ تشریف لے جاتے' (کچھ دیر بعد) مجھے آپ کی آواز' نماز فجر سے سنائی دیتی۔ پھر آپ روزہ رکھتے۔''

مطرف کہتے ہیں: میں نے عامر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا یہ رمضان میں ہوتا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ رمضان اور رمضان کے علاوہ بھی ایسا ہوتا تھا۔ [1]

۱۲: جنبی کا وضو کے بدلے تیمّم کرنا

میاں بیوی دونوں کے لیے کبھی کبھی تیمّم بھی جائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں سونے کا ارادہ کرتے تو وضو کرتے اور کبھی تیمّم کر لیتے۔'' [2]

۱۳: سونے سے پہلے غسل افضل ہے

میاں بیوی اگر سونے سے پہلے غسل کرلیں تو یہ افضل ہے۔ عبداللہ بن قیس کی حدیث میں ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں کیا کرتے تھے؟ کیا وہ سونے سے قبل غسل کرتے یا غسل کرنے سے پہلے بھی سو جایا کرتے تھے؟ وہ کہتی ہیں: وہ دونوں طرح ہی کیا کرتے تھے۔ کبھی آپ غسل کر لیتے پھر

---

[1] ابن ابی شیبہ:۲/۳/۱۷۳/۲۔ اس کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد:۶/۱۰۱۔۲۵۴۔ مسند ابویعلی:۲۲۴/۱۔

[2] بیہقی:۱/۲۰۰۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ ۱/۳۱۳۔ ابن شیبہ میں بھی جنبی آدمی کے لیے غسل یا تیمّم کی اجازت ہے۔ ۱۰/۴۸/ ھشام بن عروہ سے مروی ہے ''کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں سے ہم بستری کرنے کے بعد تیمّم کرلیا کرتے تھے۔'' طبرانی نے اس کو ''اوسط'' میں روایت کیا ہے۔ (۱/۹) اور کہا کہ ہشام سے فقط اسماعیل روایت کرتا ہے میں کہتا ہوں: اسماعیل اگرچہ ضعیف ہے مگر اس حدیث کی متابعت موجود ہے۔

آرام فرماتے اور کبھی کبھی وضو کرلیا کرتے اور سو جاتے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے اس معاملہ میں آسانی رکھی ہے۔" [1]

۱۴: حائضہ عورت سے جماع حرام ہے۔

حالت حیض میں عورت کے ساتھ جماع کرنا حرام ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝﴾ [2]

"یہ لوگ آپ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ (انہیں) کہہ دیجیے' یہ گندگی ہے' حیض کے دنوں میں تم عورتوں سے الگ ہو جاؤ' ان کے قریب نہ آؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔ پس جب وہ پاک ہو جائیں' تو ان سے تعلق قائم کرو جہاں سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اسی مسئلہ میں کئی احادیث ثابت ہیں۔

اول: آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس آدمی نے حائضہ کے ساتھ یا کسی عورت کی دبر میں جماع کیا۔ یا وہ کسی کاہن (نجومی) کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کر دی۔ تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ (کتاب) کا انکار کر دیا۔" [3]

دوم: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں:

"یہودیوں کی کسی عورت کے ایام ماہواری شروع ہو جاتے' تو وہ اسے

---

[1] صحیح مسلم: ۱/۱۷۱۔ ابوعوانہ: ۱/۲۷۸۔ مسند احمد: ۶۸/۷۳۔ ۱۴۹۔

[2] [۲/البقرۃ: ۲۲۲] [3] یہ حدیث صحیح ہے۔ اصحاب سنن اور دیگر لوگوں نے اسے روایت کیا ہے۔ اس کے حوالہ جات مسئلہ نمبر 6 کے تحت گزر چکے ہیں۔

گھر سے نکال دیتے نہ ہی اس کے ساتھ کھانا کھاتے اور نہ ہی پیتے' اور اسے گھر کے اندر اپنے پاس بھی نہ آنے دیتے۔ آپ ﷺ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ حکم اتارا۔

﴿وَ يَسْـأَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ أَذًى ۙ فَـاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ .... (الخ)﴾

نبی ﷺ نے فرمایا: ''ان کو اپنے ساتھ گھروں میں رکھو۔ اور جماع کے علاوہ ان سے ہر طرح کا فائدہ اٹھاؤ۔'' یہودی کہنے لگے: یہ آدمی (محمد ﷺ) تو چاہتا ہے کہ کوئی ایسا کام نہ چھوڑے جس میں ہماری مخالفت نہ کرے۔ سو اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: یہودی ایسے ایسے باتیں کر رہے ہیں۔ کیا ہم عورتوں سے حیض کے (دنوں) میں نکاح (جماع) نہ کریں؟۔ آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا حتیٰ کہ ہمیں محسوس ہونے لگا کہ ان دونوں پر آپ ﷺ ناراض ہو گئے ہیں۔ وہ دونوں چلے گئے۔ (ابھی کچھ دور چلے تھے) کہ ان کے سامنے نبی ﷺ کی طرف سے بھیجا ہوا دودھ کا پیالہ آیا۔ جو ان کے لیے ہدیہ تھا آپ ﷺ نے ان کے پیچھے دودھ بھیجا اور ان کو پلایا' ہمیں یقین ہو گیا آپ ان سے ناراض نہیں ہیں۔ [1]

۱۵: جو حائضہ سے جماع کرے اس کا کفارہ

وہ آدمی جو اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور حالت حیض میں ہی بیوی سے جماع کر لیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ تقریباً آدھا جنیہ [2] انگریزی یا جنیہ کا چوتھائی حصہ صدقہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں روایت نقل کرتے ہیں جو حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، صحیح ابوعوانہ۔ ابوداؤد۔ (۲۵۰)

[2] سکہ کا نام۔ (مترجم)

''وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔'' ❶

۱۶: حائضہ عورت سے کہاں تک فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟

اس (خاوند) کے لیے حائضہ عورت کی شرمگاہ کے علاوہ تمام (بدن) سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اس مسئلہ میں کئی احادیث وارد ہیں۔

اول: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''...... جماع کے علاوہ سب کچھ کرلو۔'' ❷

دوم: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ ہم عورتوں کو ماہواری کے ایام میں حکم فرماتے کہ وہ اپنا ازار بند سختی کے ساتھ باندھے' اور پھر اس کا خاوند اس کے ساتھ لیٹے' اور کبھی وہ کہتیں کہ مباشرت (جماع کے علاوہ) کرے۔'' ❸

ثالث: نبی ﷺ کی بعض عورتوں سے روایت ہے' وہ کہتی ہیں:

''بے شک نبی ﷺ حائضہ (بیوی) سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کرتے تو اس کی شرمگاہ پر کپڑا ڈال دیتے اور پھر جو آپ کا ارادہ ہوتا وہ کرتے۔'' ❹

❶ سنن کے مؤلفین نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور دیکھیے معجم الکبیر: ۳/۱۴/۶۱۔ ۲/۱۴۸۔ امام دارمی اور حاکم نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ اور امام بخاری کی شرط کے مطابق اس کی سند صحیح ہے۔ ابن حجر اور ابن قیم وغیرہ نے اس کی موافقت کی ہے جس طرح میں نے صحیح سنن ابی داوٗد: ۲۵۶ میں وضاحت کر دی ہے۔ امام احمد سے جب اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو حیض کی حالت میں بیوی سے جماع کرتا ہے تو انہوں نے بھی اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا۔ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں ان سلف صالحین کے نام ذکر کیے ہیں جو اس حدیث پر عمل کے قائل تھے۔ (۱/۲۴۴)۔ میں کہتا ہوں دینار اور نصف دینار کے درمیان میں اختیار شاید آدمی کے معاشی حالات کے اعتبار سے ہے۔ ❷ اس حدیث کی تخریج مسئلہ نمبر ۱۴ کے تحت گزر چکی ہے۔

❸ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ صحیح ابوعوانہ۔ صحیح ابی داوٗد: ۲۶۰۔ اس حدیث میں لفظ مباشرت سے مراد عورت کے جسم کا مرد کے جسم کے ساتھ ملنا ہے۔ یہ لفظ اگرچہ جماع کے معانی میں بھی آتا ہے۔ اور جماع کے علاوہ مباشرت (بوس و کنار) کے معانی میں بھی آتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں دوسرے معانی (جماع کے علاوہ) ہی مراد ہیں۔ جیسا کہ بنت صہباء کریم کہتی ہیں، میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا: آدمی اپنی عورت سے حیض کی حالت میں کہاں تک فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا: جماع کے علاوہ ہر چیز اس کے لیے ہے۔ ابن سعد: ۸/۴۸۵۔

❹ صحیح ابوداوٗد: ۲۶۲، اس کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اس حدیث کو ابن عبدالہادی نے صحیح کہا ہے۔ ابن حجر نے اس حدیث کو مضبوط کہا ہے۔ سنن بیہقی: ۱/۳۱۴۔

۱۷: عورت کے پاک ہونے کے بعد اس سے جماع کب جائز ہے؟

جب عورت ماہواری کے ایام سے پاک ہو جائے اور اس کا خون رک جائے۔ تو اس سے جماع جائز ہے بشرطیکہ وہ غسل کر لے یا خون کی جگہ کو اچھی طرح دھو لے یا وضو کر لے۔ ان میں سے کسی بھی چیز کا اگر وہ اہتمام کرتی ہے تو پاک ہو جائے گی۔ اس وقت اس سے جماع جائز ہوگا۔ ❶ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان ہے جو پچھلی آیت کریمہ میں گزرا ہے:

﴿فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ ❷

''جب وہ عورتیں پاک ہو جائیں تو ان کے پاس وہاں سے آؤ جہاں سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

۱۸: عزل کا جواز ❸

آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی عورت سے عزل کرے' اس کی دلیل مندرجہ ذیل

❶ ابن حزم، عطاء اور قتادہ وغیرہ اس بات کے قائل ہیں کہ خون رک جانے کے بعد وہ خون کی جگہ کو اچھی طرح دھو لے تو خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔ یہ بھی انہوں نے کہا: اگر وضو کر لے تب بھی پاک ہو جائے گی۔ مجاہد اور عطاء بھی اس بات کے قائل ہیں کہ جب اس پر پاکی واضح ہو جائے اور وہ پانی سے صفائی حاصل کر لے تو بغیر غسل کے وہ اپنے خاوند کے لیے حلال ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بعض علما کی یہ بات نقل کی ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ غسل کے بغیر حائضہ عورت پاک نہیں ہوگی۔ تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۰۔

میں کہتا ہوں کہ اتفاق کا دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے، جس طرح کہ آپ نے اس کے خلاف علما کی رائے ملاحظہ کر لی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فقط خون کا رک جانا بھی پاکی کا باعث ہوگا مگر یہ قول دلیل کے خلاف ہے۔ ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم دلیل کے خلاف کسی کے قول کو ترجیح دیں۔ یاد رکھو پاکی تین طرح سے حاصل ہوگی، عورت خون کے اثرات دھو ڈالے، وضو کرے، یا غسل کرے، کیونکہ لفظ طہر (پاکیزگی) کا اطلاق ان تین اشیاء پر ہوتا ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں: وضو بغیر کسی اختلاف کے طہارت ہے، اسی طرح شرم گاہ کو دھو لینا بھی طہارت ہے۔ پورے بدن کا دھو ڈالنا یہ بھی طہارت ہی ہے۔ ان تینوں امور میں سے کسی کے ساتھ بھی طہارت حاصل کی جا سکتی ہے۔

❷ [۲/البقرۃ:۲۲۲] ❸ عزل سے مراد جماع کے دوران انزال کے وقت مرد کا منی باہر گرا دینا تاکہ حمل نہ ٹھہرے۔ (مترجم)

احادیث ہیں۔

اول: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم عزل کرتے تھے جبکہ قرآن نازل ہوتا تھا۔''

ایک اور روایت میں ہے:

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے ہمیں منع نہیں کیا۔'' [1]

دوم: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

''ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: میری ایک لونڈی ہے میں اس سے عزل کرتا ہوں۔ میں وہی کچھ چاہتا ہوں جو آدمی چاہتا ہے۔ یہودیوں نے دعویٰ کیا ہے کہ عزل، چھوٹا مؤودۃ (یعنی لڑکی کو زندہ گاڑنے کے مترادف) ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہودیوں نے جھوٹ بولا ہے، یہودیوں نے جھوٹ بولا ہے، اگر اللہ اس کو پیدا کرنا چاہے تو تجھے کچھ کرسکنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔'' [2]

سوم: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: ہماری ایک لونڈی ہے وہ ہماری خدمت بھی کرتی ہے اور ہمارے درختوں کو پانی بھی دیتی ہے۔ میں اس سے ہم بستری کرتا ہوں لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ حاملہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تو چاہے تو اس سے عزل کر بے شک وہ (بچہ) آ کر ہی رہے گا جو اللہ نے لکھ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد یہی شخص آیا اور عرض کرنے لگا: بیشک لونڈی حاملہ ہو چکی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ وہ آ کر ہی رہے گا جسے اللہ تعالیٰ نے

[1] صحیح بخاری:۹/۲۵۰۔ صحیح مسلم:۴/۱۰۔ امام نسائی نے اسے ''العشرۃ'' میں روایت کیا ہے۔(۱/۸۲)۔ ترمذی:۲/۱۹۳۔

[2] ابوداود:۱/۲۳۸۔ المشکل للطحاوی:۲/۳۷۱۔ ترمذی:۲/۱۹۳۔ مسند احمد:۳/۳۳،۵۱،۵۳،اس کی سند صحیح ہے۔

تقدیر میں لکھ دیا ہے۔'' [1]

۱۹: عزل نہ کرنا بہتر ہے

عزل (اگرچہ جائز) ہے مگر اس کو ترک کرنا کئی وجوہات کی بنا پر افضل ہے۔

اول: اس میں عورت کے لیے نقصان اور تکلیف ہے کہ اس کو لذت حاصل نہیں ہوتی۔ اگر عورت اس بات پر متفق بھی ہو تب بھی عزل مندرجہ ذیل دیگر وجوہات کی بنا پر بہتر نہیں ہے۔

دوم: اس سے نکاح کے بعض مقاصد ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نکاح کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امت محمدی ﷺ میں اضافہ ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو۔ کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دیگر قوموں پر فخر کروں گا۔'' [2]

اسی لیے تو نبی ﷺ نے اس کو ''خفیہ قتل'' کا نام دیا ہے جب آپ سے عزل کے متعلق سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ تو خفیہ قتل ہے۔'' [3]

اسی بنا پر تو نبی ﷺ نے ابی سعید خدری کی روایت میں یہ اشارہ کر دیا کہ عزل نہ کرنا

---

[1] صحیح مسلم: ۴/۱۶۰۔ ابوداؤد: ۱/۳۳۹۔ بیہقی: ۷/۲۲۹۔ مسند احمد: ۳/۳۱۲، ۳۸۶۔

[2] یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھیے ابوداؤد: ۱/۳۲۰۔ نسائی: ۲/۷۱۔ امام حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ ۲/۱۶۲ امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ مسند احمد: ۳/۱۵۸۔ بیہقی: ۷/۸۱۔ اس روایت کو ابن حبان نے صحیح کیا ہے۔ (۱۲۲۸)۔ اس کی سند حسن ہے۔ اس میں کچھ کلام بھی ہے۔ میں نے اس کو ارواء الغلیل میں بیان کر دیا ہے۔ (۱۸۱۱)

[3] صحیح مسلم: ۴/۱۶۱۔ طحاوی نے المشکل میں روایت کیا ہے۔ ۲/۳۷۰۔ ۳۷۱۔ مسند احمد: ۶/۳۶۱۔ ۴۳۴۔ بیہقی: ۱/۲۳۱۔ امام شوکانی نے اس حدیث کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ سعید بن ایوب اس روایت میں منفرد ہیں مگر یہ ان کی واضح غلطی ہے۔ حیوہ بن شریح اور یحییٰ بن ایوب سے اس کی متابعت ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں۔ فتح الباری: ۹/۲۵۴۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عزل کو آپ ﷺ نے پسند نہیں کیا ہے۔ ابن حزم سے بھی غلطی ہوئی کہ انہوں نے اس کے حرام ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ علما نے ان کا اس بات پر تعاقب کیا اور یہ ثابت کیا کہ عزل حرام نہیں بلکہ ناپسندیدہ ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں علی بن حجر کی حدیث ہے کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عزل کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (اس کی سند صحیح ہے) بعض لوگوں نے اس حدیث کو ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث کے خلاف کہا ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ آپ نے یہودیوں کے جواب میں جب

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بہتر ہے۔ ''رسول اللہ ﷺ کے پاس عزل کا ذکر کیا گیا' تو آپ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی بھی یہ کیوں کرتا ہے؟'' آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: تم میں سے کوئی نہ کرے' کوئی جان ایسی نہیں جو پیدا ہونے والی ہے مگر اس کا خالق اللہ ہے۔ (وہ پیدا کر ہی دے گا) ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم (عزل) کرتے رہو گے' تم یہ کرتے رہو گے' البتہ تم یہ کرتے رہو گے؟ کوئی ایسی جان نہیں جس نے قیامت تک پیدا ہونا ہے مگر وہ ہو کر رہے گی۔ [1]

۲۰: نکاح میں میاں اور بیوی کی نیت کیا ہو؟

ان دونوں کو چاہیے کہ وہ نکاح کے ذریعہ گناہ سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے دور رہنے کی نیت کریں' تاکہ میاں اور بیوی کا تعلق بھی ان کے لیے صدقہ بن

(گزشتہ سے پیوستہ) انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ قتل ہے، کہا تھا کہ ''یہودی جھوٹ بولتے ہیں اگر اللہ نے اس (بچہ) کو پیدا کرنا چاہا تو تجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے دونوں احادیث کا مشترکہ مفہوم بیان کیا کہ آپ کا یہ کہنا کہ یہ خفیہ قتل ہے۔ یہ یہودیوں کے قول سے ایک الگ چیز ہے کیونکہ وہ تو اسے زندہ در گور کرنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ اس سے کہیں کم ہے کیونکہ زندہ در گور تو پیدائش کے بعد ہوتا ہے جبکہ عزل میں تو بچے کے وجود کا تصور بھی نہیں ہوتا۔ اگرچہ ظاہری طور پر ایسے ہی معانی محسوس ہوتے ہیں مگر اس کا حکم ظاہر پر نہیں ہے۔ قطع ولادت میں دونوں کے مشترک ہونے سے یہ لفظ بولا گیا ہے۔ بعض نے کہا: یہ فقط تشبیہ کے لیے استعمال ہوا ہے پیدا ہونے سے قبل ارادہ قتل کو پیدا ہونے کے بعد قتل سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہودیوں نے عزل کو ''زندہ در گور کرنا'' کہا وہ اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عزل بچہ کی پیدائش سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ اس کی نیت کا اعتبار کرتے ہوئے اسے خفیہ قتل کہا گیا گویا کہ وہ بچہ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ [التہذیب ۳/۸۵]

[1] صحیح مسلم: ۴/۱۵۸، ۱۵۹۔ العشرۃ ۸۲/۱۔ توحید ابن مندہ: ۶۰/۲۔ امام بخاری نے اس حدیث کو مسلم کی دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں یہ اشارہ کیا ہے کہ عزل کو نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے حرام قرار نہیں دیا بلکہ ناپسند کیا ہے۔ کیونکہ لوگ بچہ پیدا ہونے کے ڈر سے عزل کرتے تھے تو جس نے پیدا ہونا ہے وہ ہو ہی جائے گا' عزل اس کو روک نہیں سکتا کیونکہ کبھی کبھی مرد کا پانی نکل جاتا ہے اور اسے محسوس بھی نہیں ہوتا اور یہی پانی بچہ کی پیدائش کا سبب بن جاتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنا ہے وہ پیدا ہو ہی جائے گا۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں تو انسان کے لیے ممکن ہے کہ وہ اپنے مادہ منویہ کو روک لے۔ اس لیے موجودہ دور میں بھی مذکورہ دو امور کی بنیاد پر عزل نہ کرنا بہتر ہے۔ ہماری کلام کا خلاصہ بہر حال یہ ہے کہ اگر کفار کی طرح عزل اس ذہن سے کیا جائے کہ کہیں اولاد کی کثرت نہ ہو کہ ان پر خرچ کہاں سے ہو گا اور ان کی تربیت کون کرے گا؟ وغیرہ تو اس وقت عزل مکروہ کی بجائے حرام ہے کیونکہ وہ لوگ اپنی اولاد کو فقیری کے ڈر سے قتل کر دیتے تھے۔ لیکن اگر عورت بیمار ہو اور کوئی مستند ڈاکٹر یہ سمجھتا ہے کہ حمل کی وجہ سے اس کا مرض زیادہ ہو جائے گا تو منع حمل ادویات اور عزل وغیرہ جائز ہے اور اگر مرض زیادہ ہی خطرناک ہو تو مانع حمل طریقہ استعمال کرنا واجب ہے۔

جائے۔اس بات کی دلیل ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اہل ثروت (مال ودولت والے) تو بہت زیادہ اجر لے گئے۔وہ ہماری طرح نمازیں پڑھتے ہیں' روزے بھی رکھتے ہیں۔اور اس کے (ساتھ ساتھ) اپنے مالوں سے صدقہ بھی کرتے ہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے (بعض چیزوں کو) صدقہ نہیں بنایا؟ بے شک ہر تسبیح صدقہ ہے۔ہر تکبیر صدقہ ہے۔لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے۔برائی سے روکنا صدقہ ہے۔تمہارا (بیوی سے ہم بستر ہونا) صدقہ ہے۔'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کوئی جب اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو کیا یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تمہارا کیا خیال ہے' اگر وہ یہی تعلق حرام جگہ پر قائم کرے تو اس پر گناہ نہیں ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اس لیے جب وہ حلال جگہ (بیوی یا لونڈی) کے ساتھ یہ تعلق قائم کرے تو اس کے لیے ثواب ہے۔'' اس کے علاوہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی چیزیں شمار کیں اور انہیں صدقہ کہتے گئے۔اور آخر میں فرمایا:'' چاشت کی دو رکعتیں ان سب سے کفایت کر جاتی ہیں۔'' [1]

۲۱: شادی سے اگلے دن کیا کرے؟

اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ شادی سے اگلے دن اپنے ان عزیزوں کے پاس حاضر ہو جو اس کے گھر شادی میں آئے ہوئے ہیں' ان کو سلام کرے۔ان کے لیے دعا

[1] صحیح مسلم: ۳/۸۲۔نسائی: ۸/۷۷/۲ عشرۃ النساء۔مسند احمد: ۵/۱۶۷، ۱۶۸، ۱۷۸۔اس حدیث کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

امام سیوطی نے ''اذکار الاذکار'' میں فرمایا: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بیوی سے ہم بستر ہونا بھی صدقہ ہے اگرچہ اس میں نیت نہ کی جائے۔''

میں کہتا ہوں کہ شاید ہر دفعہ تو نہیں مگر عورت سے شادی کے وقت نیت کرنا ضروری ہے۔

کرے اور ان کو بھی چاہیے کہ وہ اس کو سلام کریں اور اس کے لیے برکت کی دعا کریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پیٹ بھر کر روٹی اور گوشت کھلایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم امہات المؤمنین کے پاس تشریف لے گئے' ان کو سلام کیا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ کے لیے دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شادی سے اگلے دن یہی عمل کیا کرتے تھے۔'' [1]

۲۲: گھر میں غسل خانہ بنانا واجب ہے

میاں اور بیوی پر لازم ہے کہ وہ گھر کے اندر غسل خانہ بنائیں۔ ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دونوں بازار میں موجود حمام میں (غسل کرنے کے لیے) جائیں' بے شک یہ فعل حرام ہے۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

اول: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو انسان اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ کرے' اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ حمام میں کپڑا باندھ کر داخل ہو' اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ کسی ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب رکھی گئی ہو۔'' [2]

دوم: حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں حمام سے نکلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''ام درداء! کہاں سے آ رہی ہو؟ میں نے عرض کیا: حمام سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری

---

[1] ابن سعد: ۸/۱۰۷۔ امام نسائی نے اسے ''ولیمہ'' میں ذکر کیا ہے۔ ۲/۶۶۔ اس کی سند صحیح ہے۔ الترغیب والترھیب: ۱/۸۹۔ ۱۱۔

[2] حاکم: ۲/۲۲۸۔ ترمذی' نسائی نے اس کے اور الفاظ نقل کیے ہیں۔ مسند احمد: ۳/۳۳۹۔ جرجانی: ۱۵۰۔

جان ہے' کوئی عورت ایسی نہیں جو اپنی ماؤں (والدین۔خاوند) کے گھر کے علاوہ کپڑے اتارے مگر یہ کہ اس نے اپنے اور اپنے رب کے درمیان تمام پردوں کو پھاڑ ڈالا۔'' [1]

سوم: ابی ملیح فرماتے ہیں: اہل شام کی عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: تم کہاں سے ہو؟ ان عورتوں نے عرض کیا: ہم اہل شام میں سے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: شاید تم اس ضلع (علاقہ) سے ہو جہاں عورتیں حمام میں داخل ہوتی ہیں۔ ہم نے کہا ہاں۔ وہ کہنے لگیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''کوئی عورت ایسی نہیں جو اپنے گھر کے علاوہ کہیں کپڑے اتارتی ہو مگر یہ کہ اس نے اپنے اور اللہ کے درمیان تمام پردوں کو چاک کر دیا۔'' [2]

۲۳: میاں بیوی اپنے راز دوسروں کو بیان نہ کریں

ان دونوں پر حرام ہے کہ وہ آپس کے تعلقات کی باتیں اور راز دوسروں کو بیان کریں۔ اس سلسلہ میں دو احادیث پیش خدمت ہیں۔

اول: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں' سب سے برا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس آتا ہے اور وہ اس کے پاس آتی ہے پھر ان خفیہ تعلقات کی خبریں نشر کرتا ہے۔'' [3]

دوم: اسماء بنت یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں جبکہ دیگر مرد اور عورتیں بھی

---

[1] مسند احمد: ۶/ ۳۶۱، ۳۶۲۔ دولابی: ۲/ ۱۳۴۔ [2] امام نسائی کے علاوہ سنن کے مؤلفین نے اس کو روایت کیا ہے۔ سنن دارمی۔ طیالسی۔ مسند احمد: ۳: ۲۵۲۸۳۔ معجم ابن الاعرابی: ۱/ ۱۷۔ حاکم: ۴/ ۲۸۸۔ بغوی کی شرح السنۃ: ۳/ ۲۱۶۔ ۲۔ امام ترمذی اور امام بغوی نے اسے حسن کہا ہے۔ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

[3] ابن ابی شیبہ: ۷/ ۶۷/ ۱۔ صحیح مسلم: ۴/ ۱۵۷۔ مسند احمد: ۳/ ۶۹۔ بیہقی: ۷/ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔

یہ حدیث مجھے دوبارہ تحقیق کرنے پر ضعیف محسوس ہوئی۔ علمائے سلف نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے لیکن اس کے بعد آنے والی حدیث اس کو تقویت دیتی ہے۔ اس میں راوی عمر بن حمزہ ضعیف ہے۔ امام ذہبی اور یحییٰ معین نے اسے ضعیف کہا۔ امام احمد نے اس کی احادیث کو منکر کہا ہے۔

خر بلس تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''شاید بعض لوگ وہ کچھ بیان کرتے ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور شاید بعض عورتیں وہ کچھ بیان کرتی ہیں جو وہ اپنے خاوندوں کے ساتھ کرتی ہیں؟'' لوگ یہ سن کر خاموش رہے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بالکل ایسے ہی ہے۔ مرد بھی ایسے کرتے ہیں اور عورتیں بھی یہی کچھ کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہرگز ایسا نہ کرو' (ایسا کرنا) ایسے ہی ہے کہ ایک مذکر شیطان' مونث شیطان کو رستے میں ملتا ہے۔ اور اس کو وہیں ڈھانپ لیتا (زنا کرتا ہے) ہے' جبکہ لوگ ان کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں۔'' [1]

۲۴: ولیمہ کرنا واجب ہے

بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنے کے بعد دلہا پر ولیمہ واجب ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کو ولیمہ کا حکم دیا تھا۔ اسی سلسلہ میں دوسری حدیث بریدۃ بن حصیب کی ہے کہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف شادی کا پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''شادی کرنے والے کے لیے یا شادی کے لیے ولیمہ ضروری ہے۔'' [2]

وہ کہتے ہیں: یہ سن کر سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ذمے ایک مینڈھا ہے' (یعنی میں دوں گا) بعض نے کہا: میں اتنے یا اتنے جو پیش کروں گا۔ ایک اور روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے ان (علی رضی اللہ عنہ) کے لیے چند کلو جو جمع کر دیے۔

---

[1] مسند احمد، ابن ابی شیبہ نے بھی ایسی ہی حدیث نقل کی ہے۔ ابوداؤد: ۱/ ۳۳۹۔ بیہقی۔ ابن سنی: ۶۰۹۔ اس حدیث کو مزید دو احادیث جو کہ کشف الأستار، اور حلیۃ میں ہیں تقویت دیتی ہیں یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔

[2] مسند احمد: ۵/ ۳۵۹۔ طبرانی: ۱/ ۱۱۲/ ۱۔ المشکل للطحاوی: ۴/ ۱۴۴، ۱۴۵۔ ابن عساکر: ۱۲/ ۸۸۔ اس حدیث کی سند میں عبدالکریم بن سلیط ہے مگر علما نے اس کی روایت کو قبول کیا ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے۔ ۲/ ۱۶۳۔

۲۵: ولیمہ اور سنت طریقہ

اول: بیوی سے ہم بستری کے بعد تین دن تک ولیمہ ہے۔ یہ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

"نبی ﷺ نے ایک عورت سے شادی کی تو مجھے بھیجا کہ میں لوگوں کو کھانے پر بلاؤں۔" ❶

ان سے ہی روایت ہے:

"نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ آپ نے ان کی آزادی کو ہی ان کا حق مہر بنایا۔ اور آپ نے تین دن تک ولیمہ کیا۔" ❷

دوم: اسے چاہیے کہ وہ ولیمہ کی دعوت میں نیک لوگوں کو بلائے' چاہے وہ فقیر ہوں یا دولت مند ہوں۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"تو نیک آدمی کے علاوہ کسی کو اپنا دوست نہ بنا' اور تیرا کھانا فقط پرہیزگار ہی کھائیں۔" ❸

سوم: ولیمہ کم سے کم ایک بکری یا زیادہ کے ساتھ کیا جائے۔ انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ "جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے تو نبی ﷺ نے سعد بن ربیع کے ساتھ ان کا بھائی چارہ قائم کر دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ ان کو اپنے گھر لے گئے۔ دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ تو سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: دیکھو میرے بھائی! میں اہل مدینہ' یا ایک روایت میں ہے کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ آپ ایسا کریں میرا آدھا مال لے لیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سعد نے کہا۔ آؤ میرے باغ میں چلتے ہیں تم آدھا باغ لے لو' اور

---

❶ صحیح بخاری:۹/۱۸۹'۱۹۴۔ بیہقی:۷/۲۶۰۔

❷ ابویعلیٰ نے اس کو حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے:۹/۱۹۹۔ اس کا معنی دیکھیے صحیح بخاری:۷/۳۸۷۔

❸ ابوداؤد۔ ترمذی۔ حاکم:۴/۱۲۸۔ مسند احمد:۳/۳۸۔ حدیث ابوسعید خدری اس کی سند صحیح ہے۔ امام ذہبی نے بھی موافقت کی ہے۔

اے میرے بھائی! میری دو بیویاں ہیں' دیکھو جو تم کو پسند آتی ہے اس کا نام لو میں اس کو طلاق دے دوں گا۔ جب اس کی عدت ختم ہو جائے گی تو تم نکاح کر لینا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ اللہ تیرے لیے تیرے اہل وعیال اور مال و دولت میں برکت عطا فرمائے۔ مجھے فقط بازار کا رستہ دکھا دو۔ انہوں نے ان کو بازار کا رستہ سمجھایا' انہوں نے وہاں سے کچھ خریدا اور وہیں بیچ دیا اور منافع حاصل کر لیا۔ پھر وہ مسلسل بازار جاتے رہے اور خرید وفروخت کرتے رہے۔

ایک دن وہ بازار سے پنیر اور گھی (بچایا ہوا) گھر لے کر آئے۔ کچھ دن اسی طرح گزر گئے۔ ایک دن ایسا بھی آیا کہ ان پر زعفران سے تیار شدہ (شادی کی مخصوص) خوشبو کے اثرات تھے۔ ایک روایت میں (خلوق) خوشبو کا ذکر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر کہا: "یہ کیا؟" انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کر لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "تو نے اسے (حق) مہر کیا دیا ہے؟" تو انہوں نے عرض کیا: چار یا پانچ درہم کے بقدر سونا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تجھے برکت عطا فرمائے' ولیمہ کرو چاہے ایک بکری سے۔" (یہ جائز قرار دیا) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے ایسے محسوس ہوتا تھا کہ اگر میں پتھر اٹھاؤں تو مکمل امید ہے کہ اسکے نیچے سونا یا چاندی ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: (عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ) کی وفات کے بعد ان کی ہر بیوی کے حصہ میں ایک لاکھ درہم آئے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا (کے ساتھ شادی) پر کیا ایسا ولیمہ میں نے آپ کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری ذبح کی (لوگوں کو روٹی گوشت اس قدر کھلایا کہ وہ چھوڑ کر چلے گئے) [2]

---

[1] صحیح بخاری: ۴/۲۳۲، ۷/۸۹۔ سنن نسائی: ۲/۹۳۔ ابن سعد: ۳/۲/۷۷۔ بیہقی: ۷/۲۵۸۔ مسند احمد: ۳/۱۶۵، ۱۹۰، ۲۰۴، ۲۲۶، ۲۷۱۔ مسلم: ۴/۱۴۴، ۱۴۵۔ ابوداؤد: ۱/۳۲۹۔ ترمذی: ۲/۱۷۲، ۱۷۳۔

[2] صحیح بخاری: ۷/۱۹۲۔ مسلم: ۴/۱۴۹۔ ابوداؤد: ۲/۱۳۷۔ ابن ماجہ: ۱/۴۹۰۔ مسند احمد: ۳/۹۸، ۹۹۔

۲۶: گوشت کے بغیر بھی ولیمہ جائز ہے

انسان کے لیے جو میسر ہو اسی سے ہی ولیمہ کیا جا سکتا ہے' اگرچہ اس میں گوشت نہ ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین راتیں قیام کیا۔ اس دوران آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ آپ نے مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت دی حالانکہ اس میں گوشت تھا اور نہ ہی روٹی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کا دسترخوان بچھانے کا حکم دیا' دسترخوان بچھا دیا گیا۔ (ایک روایت میں ہے کہ زمین کو صاف کیا گیا اچھی طرح صاف کرنا) پھر چمڑے کا دسترخوان لایا گیا اور اس صاف کی ہوئی زمین پر اسے بچھایا گیا۔ پھر اس پر کھجوریں' خشک دودھ' اور گھی چن دیا گیا (جو لوگوں نے سیر ہو کر کھایا)۔'' [1]

۲۷: صاحب ثروت لوگوں سے مدد اور ولیمہ کی دعوت

اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ صاحب ثروت لوگوں کو ولیمہ کی تیاری میں شریک کرے۔ اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے' جس میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کا قصہ مذکور ہے۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم رستے میں ہی تھے تو ام سلیم نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تیار کیا۔ اور رات کو آپ کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے صبح اس حال میں کی کہ آپ دولہا بن چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے پاس جو کچھ ہے وہ لے آئے۔'' ایک روایت میں ہے کہ جس کے پاس کچھ بچ گیا ہو وہ لے آئے۔ پس چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا گیا' کوئی خشک دودھ' کوئی کھجوریں اور کوئی گھی لے آیا ان (سب اشیاء) سے کھانا تیار کیا گیا۔ لوگوں نے کھایا اور قریب ہی ایک تالاب سے بارش کا پانی پیا۔ پس یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔'' [2]

---

[1] صحیح بخاری: ۷/ ۳۸۷۔ مسلم: ۴/ ۱۴۷۔ نسائی: ۲/ ۹۳۔ بیہقی: ۷/ ۲۵۹۔ مسند احمد: ۳/ ۲۶۴،۲۵۹۔

[2] متفق علیہ۔ مسند احمد: ۳/ ۱۹۵،۱۰۲۔ ابن سعد: ۸/ ۱۲۳،۱۲۲۔ بیہقی: ۷/ ۲۵۹۔

۲۸: فقط امیر لوگوں کو دعوت ولیمہ پر بلانا حرام ہے

فقیروں کو نظر انداز کر کے فقط صاحب ثروت لوگوں کو ولیمہ کی دعوت میں بلانا نبی ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان کی بنا پر حرام ہے۔

''تمام کھانوں میں سب سے برا کھانا ایسے ولیمہ کا ہے جس میں امیروں کو بلایا گیا ہو اور غریب لوگوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہو' اور جو کوئی دعوت قبول نہ کرے اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔'' [1]

۲۹: دعوت میں حاضر ہونا واجب ہے

جس کو ولیمہ کی دعوت پر بلایا جائے اس پر واجب ہے کہ وہ دعوت میں حاضر ہو۔ مندرجہ ذیل دو احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

اول: ''قیدی کو آزاد کراؤ' دعوت کو قبول کرو۔ اور مریض کی عیادت کرو۔'' [2]

دوم: ''جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت میں بلایا جائے تو وہ (شادی وغیرہ) پر حاضر ہو جو ایسی دعوت کو قبول نہ کرے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔'' [3]

۳۰: ولیمہ میں حاضر ہو اگرچہ وہ روزہ دار ہو

روزہ دار کے لیے بھی نبی ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان کی بنا پر دعوت ولیمہ میں حاضر ہونا واجب ہے۔

''اگر تم میں سے کسی کو دعوت پر بلایا جائے تو وہ ضرور حاضر ہو' اگر وہ روزہ کے بغیر ہو تو کھا لے' اور اگر روزہ دار ہو تو دعا کر دے۔'' [4]

---

[1] صحیح مسلم: ۴/۱۵۴۔ بیہقی: ۷/۲۶۲۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو موقوف ذکر کیا ہے' دیکھیے صحیح بخاری: ۹/۲۰۱۔ حافظ ابن حجر نے اس کی سند مرفوع ذکر کی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر ولیمہ کے علاوہ عام دعوت میں فقط امیر لوگ بلا لیے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ [2] صحیح بخاری: ۹/۱۹۸۔ عبد بن حمید نے اس روایت کو ''المنتخب فی مسندہ'' میں نقل کیا ہے۔ ۱/۶۵۔ [3] صحیح بخاری: ۹/۱۹۸۔ صحیح مسلم ۴/۱۵۲۔ مسند احمد: ۷۶۳۲۔ بیہقی: ۷/۲۶۲۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دعوت ولیمہ میں حاضر ہونا واجب ہے۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا پروانہ تو فقط واجب چھوڑنے پر ہی ملتا ہے۔ [4] صحیح مسلم: ۴/۱۵۳۔ امام نسائی نے اس کو ''الکبریٰ'' میں روایت کیا ہے۔ (۲/۶۲) مسند احمد: ۲/۵۰۷۔ بیہقی: ۷/۲۶۳۔

۳۱: دعوت دینے والے کے کہنے پر روزہ افطار کرنا

اگر اس نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہو تو افطار کر دے خصوصاً جب ولیمہ کرنے والا اصرار کر رہا ہو۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

اول: ''جب تم میں سے کسی ایک کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ ضرور حاضر ہو اگر وہ چاہے تو کھا لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے۔'' [1]

دوم: ''نفلی روزہ رکھنے والا اپنی مرضی کا مالک ہے' اگر چاہے تو روزہ (باقی) رکھے اور چاہے تو افطار کر دے۔'' [2]

سوم: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور پوچھا: ''کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ ''میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں پھر روزہ سے ہوں۔'' پھر ایک دن ایسا آیا کہ مجھے کسی نے حیس (کھجور' ستو' گھی کا حلوہ) ہدیہ دیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رکھ دیا' کیونکہ آپ حیس بہت پسند کرتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے حیس ہدیہ دیا گیا ہے۔ میں نے آپ

---

[1] صحیح مسلم۔ مسند احمد: ۳/ ۳۹۲۔ المنتخب: ۱۱۶/ ۱۔ المشکل للطحاوی: ۴/ ۱۴۸۔ اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر اس نے نفلی روزہ رکھا ہوا اور دعوت کرنے والا اصرار کر رہا ہو تو وہ روزہ افطار کر دے یہ اس کے لیے افضل ہے۔'' ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ دیکھیے فتاویٰ: ۴/ ۱۴۳۔

[2] بیہقی: ۴/ ۲۷۶۔ الکبریٰ للامام نسائی: ۶۴/ ۲۔ حاکم: ۱/ ۴۳۹۔ اس کی سند صحیح ہے۔ امام ذہبی نے موافقت کی ہے۔ سماک کی سند سے یہ روایت مروی ہے۔ اور سماک اس حدیث کو روایت کرنے میں اکیلا نہیں ہے۔ شعبہ بیان کرتے ہیں: مجھے جعدہ نے ام ہانی سے یہ حدیث روایت کی۔ شعبہ کہتے ہیں: میں نے جعدہ سے کہا: کیا تم نے اسے ام ہانی سے سنا ہے؟ وہ کہتے ہیں: مجھے میرے اہل اور ابوصالح ام ہانی کے غلام نے بیان کی ہے۔ اسے دارقطنی نے افراد میں روایت کیا ہے۔ (۲/ ۳۰، ۳۱) بیہقی، مسند احمد: ۶/ ۳۴۱۔ کامل ابن عدی ۲/ ۵۹ اس کی تیسری شاہد حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

(تنبیہ) شعیب ارناؤوط نے اَبا صالح باذام جو ام ہانی کے غلام ہیں کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور کہا ہے کہ ناصر الدین البانی پر معاملہ خلط ملط ہو گیا ہے۔ ان کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ یہ حدیث تین سندوں سے مروی ہونے کی وجہ سے مضبوط ہے۔ ہم نے اس حدیث کے شواہد ذکر کر دیے ہیں جو اس کے صحیح ہونے کے لیے کافی ہیں۔

کے لیے بچا کر رکھا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جاؤ لے کر آؤ“ پھر فرمایا: ”صبح تو میں نے روزہ رکھ لیا تھا۔“ آپ ﷺ نے اس سے کھایا پھر کہنے لگے: ”بے شک نفلی روزہ کی مثال تو اس آدمی کی طرح ہے جو اپنے مال سے صدقہ کرتا ہے، اگر وہ چاہے تو صدقہ کر دے، اور اگر چاہے تو روک لے۔“ [1]

۳۲: نفلی روزہ کی قضا واجب نہیں ہے

اگر کوئی آدمی نفلی روزہ افطار کر دیتا ہے تو اس پر قضا واجب نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں دو احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

اول: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا۔ آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہمارے ہاں تشریف لائے، جب کھانا چن دیا گیا تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا: میں تو روزہ سے ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے بھائی نے تم کو بڑی پر تکلف دعوت پر بلایا ہے۔“ پھر اس کو فرمایا: ”روزہ افطار کر دے، اگر تو چاہے تو اس دن کی جگہ روزہ رکھ لینا۔“ [2]

دوم: حضرت ابی جحیفہ فرماتے ہیں کہ: ”بے شک رسول اللہ ﷺ نے سلمان رضی اللہ عنہ اور ابی درداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ ایک دن سلمان، ابی درداء کے پاس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی بیوی زیب و زینت ترک کیے ہوئے ہے۔ انہوں نے پوچھا: اے ام درداء! تجھے کیا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگیں: تیرا بھائی (ابو درداء) رات کو نماز میں لگا رہتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے اور دنیا کی کسی چیز سے اسے دلچسپی نہیں ہے۔ اتنے میں ابو درداء تشریف لائے۔ انہوں نے (سلمان رضی اللہ عنہ) کو مرحبا کہا اور ساتھ ہی کھانا پیش کر دیا۔

[1] سنن نسائی، اور اس کی سند صحیح ہے۔ میں نے ارواء الغلیل میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ (۴/۱۳۵، ۲۳۶)

[2] بیہقی: ۴/۲۷۹۔ اس کی سند حسن ہے۔ دیکھیے فتح الباری: ۴/۱۷۰۔
میں کہتا ہوں: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ (۱/۱۳۲/۱) میں نے ارواء میں اس کو ذکر کیا ہے۔ (۱۹۵۲)

سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ بھی کھائیں۔ انہوں نے کہا: میں تو روزہ سے ہوں۔ سلمان رضی اللہ عنہ کہنے لگے: "میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تم روزہ ضرور افطار کردو۔ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم نہیں کھاؤ گے۔" (ابودرداء) نے ان کے ساتھ کھانا کھایا (سلمان رضی اللہ عنہ) ان کے پاس ہی رات ٹھہرے۔ جب رات کو سونے کا وقت ہوا تو ابودرداء نے قیام کرنے کا ارادہ کیا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کر دیا اور کہنے لگے: اے ابودرداء! تیرے اوپر تیرے جسم کا بھی حق ہے۔ تیرے اوپر تیرے رب کا بھی حق ہے (تیرے اوپر تیرے مہمان کا بھی حق ہے) تیرے اوپر تیری بیوی کا بھی حق ہے۔ تو روزہ رکھ اور افطار بھی کر، تو نماز بھی پڑھ اور اپنے گھر والوں کے پاس بھی وقت گزار، ہر صاحب حق کو اس کا حق پورا پورا ادا کر۔ جب صبح قریب تھی تو سلمان نے کہا: اگر تو چاہتا ہے تو اب اٹھ جا۔ وہ کہتے ہیں: وہ دونوں اٹھے۔ وضو کیا، نماز تہجد پڑھی، پھر صبح نماز کے لیے چلے گئے۔ ابودرداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے تاکہ انہیں اس کی خبر دے سکیں جو ان کے ساتھ رات کو سلمان رضی اللہ عنہ نے کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابودرداء! بے شک تیرے اوپر تیرے جسم کا حق ہے۔ پھر وہی کچھ کہا جو ان کو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سلمان نے بالکل سچ کہا ہے۔" [1]

۳۳: اللہ کی نافرمانی پر مشتمل دعوت میں نہ جانا

اگر کسی دعوت میں اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کیا جا رہا ہو تو اس میں حاضر ہونا مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ اس برائی کو واضح کرنے، سمجھانے یا اس کو ختم کرنے کی غرض سے جائے تو جائز ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

اول: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"میں نے اپنے گھر میں کھانا تیار کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کی نظر گھر میں موجود تصاویر پر پڑی تو

[1] صحیح بخاری: ۴/۰۷۱، ۱۷۱۔ ترمذی: ۳/۲۹۰۔ بیہقی: ۴/۲۷۶۔ ابن عساکر: ۱۳/۳۷۱۔ اس حدیث میں کچھ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں۔ دیکھیے ۔۲/۳۲۳۔ مسند ابویعلیٰ: ۳۱/۱۔ ۳۷/۱۔ ۳۹/۲۔

آپ واپس چلے گئے۔ (علی رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کو کس چیز نے واپس جانے پر مجبور کر دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک تمہارے گھر میں ایک ایسا پردہ لٹکا ہوا ہے جس پر تصاویر ہیں۔ یقیناً (رحمت) کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر ہوں۔'' [1]

دوم: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''انہوں نے ایک تکیہ خریدا جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس پر پڑی تو آپ گھر کے دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے۔ اور اندر داخل نہیں ہوئے۔ وہ کہتی ہیں: میں نے آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے اثرات دیکھ کر عرض کیا۔ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتی ہوں مجھے بتایئے' میرا گناہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تکیہ کس لیے یہاں پڑا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے آپ کے لیے خریدا ہے تا کہ آپ اس پر ٹیک لگا سکیں اور اپنے سر کے نیچے رکھ سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تصویریں بنانے والے (اور ایک روایت میں ہے وہ لوگ جو تصویریں بنانے کا کام کرتے ہیں) قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے گا۔ اور ان کو کہا جائے گا: جس کو تم نے بنایا اسے زندہ کرو' اور بے شک وہ گھر جس میں اس طرح کی تصاویر ہوں۔ اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔'' وہ فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک گھر میں داخل نہیں ہوئے جب تک میں نے اس تکیہ کو گھر سے نکال نہیں پھینکا۔'' [2]

---

[1] ابن ماجہ: ۲/۳۲۳۔ مسند ابو یعلیٰ: ۱/۳۱۔ ۱/۳۷، ۱/۳۹/۲ اس کی سند صحیح ہے۔

[2] صحیح بخاری: ۹/۲۰۴، ۱۰/۳۱۹، ۳۲۰۔ صحیح مسلم: ۶/۱۶۰۔ مسند طیالسی: ۱/۳۵۸، ۳۵۹۔ بیہقی: ۷/۲۶۷، بغوی: ۳/۲۳/۲۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے جس مسلمان کو کسی ایسے ولیمہ وغیرہ پر بلایا جائے جہاں اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ وہاں نہ جائے۔ ہاں اگر اس کا ارادہ سمجھانے، یا تنبیہ کرنے کا ہو تو الگ بات ہے۔
میں کہتا ہوں: بظاہر یہ حدیث، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے خلاف محسوس ہوتی ہے جو مسئلہ نمبر 38 کے تحت آ رہی ہے۔ جس میں اس تکیہ کو پھاڑ کر استعمال کرنے کا ذکر ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سوم: آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب رکھی گئی ہو۔'' [1]

ہم نے جو موقف بیان کیا ہے۔ اس پر سلف صالحین کا عمل تھا' اس معاملہ میں اور بھی بے شمار مثالیں بیان کی جا سکتی ہیں۔ چند ایک مثالیں جو مجھے یاد ہیں ان کے ذکر پر ہی اکتفا کروں گا۔

(الف) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ شام آئے تو عیسائیوں کے ایک آدمی نے ان کی دعوت کی اور ان سے کہنے لگا: میرا دل چاہتا ہے کہ آپ میرے گھر اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لائیں اور میری حوصلہ افزائی کریں۔ یہ آدمی شام کے سرداروں میں سے تھا۔ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''ہم تمہارے گرجا گھروں میں موجود تصاویر کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے۔'' [2]

(❀❀ گزشتہ سے پیوستہ) بعض علما نے دونوں احادیث کا مشترکہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اگر تصویر کی شکل بدل جائے، پھاڑ دی جائے یا اس کی اصلی شکل ختم ہو جائے تو اس کا استعمال جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں: اس مفہوم کی تائید آنے والی حدیث سے ہوتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دونوں احادیث میں جمع کے ساتھ ساتھ حدیث کے آخری الفاظ کا خیال رکھا جائے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ تصویر والا تکیہ استعمال کرنا منع ہے۔ آپ نے اس کا انکار کر دیا تھا۔ ہاں اگر صورت حال یہ ہو کہ اس کا ختم کرنا ناممکن ہو تو پھر مال کے ضیاع سے بچتے ہوئے اس کی ہیئت بدل کر استعمال کرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں یہ الفاظ ''کہ فرشتے تصویر والے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔'' آپ ﷺ نے اس سے پہلے ایک اور جملہ ذکر کیا کہ ''تصویریں بنانے والے یا تصویروں کا کام کرنے والے۔'' یہ کلام تصویریں بنانے سے روکنے اور ڈانٹ کے لیے ہے۔ جب اس کے بنانے والے کے لیے اتنی سخت وعید (سزا) ہے تو استعمال کرنے والے کے لیے تو اپنے آپ ہی ہے کیونکہ کوئی بھی چیز کسی نہ کسی استعمال کے لیے بنائی جاتی ہے۔ بنانے والے اور استعمال کرنے والا دونوں ہی اس وعید میں داخل ہیں۔

[1] مسند احمد عن عمر۔ ترمذی۔ امام حاکم نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ اور جابر رضی اللہ عنہ سے اس کو صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے موافقت کی ہے۔ ارواء الغلیل: ۱۹۴۹۔ [2] بیہقی: ۷/ ۲۶۷۔ اس کی سند صحیح ہے۔

یاد رکھو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو کچھ آج کل کے علما و مشائخ کر رہے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ وہ بعض غیر مسلم ذمہ داران کی دعوت پر گرجا گھروں اور چرچوں میں جاتے ہیں حالانکہ وہ تصاویر اور بتوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ❀❀)

(ب) ابومسعود اور عقبہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ان کی دعوت کی اور ان کے لیے پر تکلف کھانا تیار کیا۔ جب اس نے ان کو آنے کی درخواست کی تو وہ پوچھنے لگے: کیا گھر میں تصویریں ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ انہوں نے گھر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ ان تصویروں کو ختم کیا گیا پھر وہ داخل ہوئے۔ [1]

(ج) امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہم اس ولیمہ میں حاضر نہیں ہو سکتے ہیں جس میں طبلہ یا سرنگی وغیرہ ہو۔'' [2]

۳۴: دعوت میں حاضر ہونے والے کے لیے کیا مستحب ہے؟

جو آدمی دعوت میں حاضر ہو۔ اس کو دو چیزوں کا اہتمام کرنا مستحب ہے۔

پہلی چیز : کھانا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد دعوت کرنے والے کے لیے دعا کرے کیونکہ نبی ﷺ سے اسی طرح ثابت ہے۔ اس دعا کی کئی انواع ہیں۔ عبداللہ بن بسر روایت کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے نبی ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو بلایا۔ آپ ﷺ دعوت میں حاضر ہوئے جب کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو کہا:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ ' وَارْحَمْهُمْ ' وَبَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ))

''اے اللہ! تو ان کو بخش دے' ان پر رحم فرما' اور ان کے رزق میں برکت عطا فرما۔'' [3]

(گزشتہ سے پیوستہ) وہاں جا کر کلمہ کفر اور گمراہی کے الفاظ بھی سنتے ہیں۔ بعض دفعہ بات کرنے والا ویسے ہی مسلمان ہوتا ہے۔ پھر اس پر خاموش رہتے ہیں وہاں پر شریعت کا حکم واضح کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے۔ وہ اس بات سے بھی بخوبی آگاہ ہیں کہ وہ لوگ برملا کہتے ہیں۔ مسلمان اور عیسائی میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ دین تو اللہ کے لیے ہے جبکہ وطن تو سب کا مشترکہ ہے۔ اسی طرح بعض مشائخ غیر مسلم کے لیے شہادۃ (گواہی) کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ انہیں یہ علم ہے کہ ایک مسلمان کے لیے بھی گواہی مشہور ومعروف شروط کی بنیاد پر ہی دی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کئی مشائخ غیر شرعی افعال کے ہوتے ہوئے بھی ان کے کلیساؤں میں حاضری دیتے ہیں اس پر یہی کہا جا سکتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

[1] بیہقی۔ اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ ابن حجر نے اس کی وضاحت کی ہے۔۔ دیکھیے فتح الباری: ۹/۲۰۴۔

[2] فوائد المستقاۃ: ۴/۳/۱۔ اس کی سند صحیح ہے۔ [3] ابن ابی شیبہ: ۱۲/۱۵۸/۱-۲۔ صحیح مسلم: ۶/۱۲۲۔ ابوداؤد: ۲/۱۳۵۔ ترمذی: ۴/۲۸۱۔ بیہقی: ۷/۲۷۴۔ مسند احمد: ۴/۱۸۷، ۱۸۸۔ امام نسائی نے اس کو الولیمۃ میں ذکر کیا ہے۔ (۳/۶۶) طبرانی: ۱/۱۱۶/۱۔

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''میں اور میرے دو ساتھی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمیں شدید بھوک لگی ہوئی تھی۔ ہم نے لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کیا مگر کسی نے ہماری مہمان نوازی نہ کی۔ نبی ﷺ ہمیں اپنے گھر میں لے گئے جہاں پہ چار بکریاں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے مقداد! ان چاروں کا دودھ ہمارے درمیان تقسیم کردو۔ اسی طرح میں ان چاروں بکریوں کا دودھ اپنے درمیان تقسیم کر دیا کرتا اور نبی ﷺ کا حصہ ان کو دے دیتا۔ ایک رات نبی ﷺ لیٹ ہو گئے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ آپ کسی انصاری صحابی کے گھر گئے ہوں گے۔ وہاں سے خوب سیر ہو کر کھا پی لیں گے۔ اگر میں ان کے حصہ کا دودھ پی لوں (تو کوئی بات نہیں) میں اسی طرح سوچتا رہا۔ آخر کار اٹھا اور میں نے آپ ﷺ کے حصہ کا دودھ پی لیا۔ پھر میں نے وہ برتن اسی طرح ہی ڈھانپ دیا۔ جب میں دودھ پی کر فارغ ہوا تو مجھے انتہائی افسوس ہوا کہ میں نے جو کیا اچھا نہیں کیا۔ میں اپنے آپ سے کہنے لگا کہ جب اللہ کے رسول ﷺ آئیں گے تو انہیں کھانے کے لیے کچھ نہیں ملے گا۔ اسی سوچ میں گم میں نے نیند کی غرض سے اپنے آپ کو کپڑے میں ڈھانپ لیا۔ میرے اوپر ایک ایسی چادر تھی جو بھیڑ کی اون سے بنائی گئی تھی۔ جب میں اس میں اپنا سر چھپاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور جب پاؤں چھپاتا تو سر ننگا ہو جاتا۔ مجھے نیند بالکل نہیں آ رہی تھی۔ میں اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا جبکہ میرے دو ساتھیوں کو کچھ خبر نہ تھی۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ اور اس انداز سے سلام کیا کہ جو جاگ رہا ہو وہ سن لے اور جو سو رہا ہو وہ بیدار یا بے آرام نہ ہو۔ آپ مسجد میں تشریف لائے۔ نماز پڑھی۔ پھر اس پیالے سے کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ اس میں کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ((اَللّٰھُمَّ

اَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِيْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِي)) ۔ ''اے اللہ! جو مجھے کھلائے تو اسے کھلا اور جو مجھے پلائے تو اسے پلا'' میں نے یہ موقع غنیمت جانا۔ میں نے بڑی چھری پکڑی۔ بکریوں کے پاس آیا۔ میں انہیں چھونے لگا کہ ان میں سے موٹی کون سی ہے تاکہ میں اسے نبی کریم ﷺ کے لیے ذبح کرسکوں۔ میں ابھی یہ جائزہ لے رہا تھا کہ میرا ہاتھ ایک بکری کے تھن کو لگا جو دودھ سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے جلدی سے وہ برتن پکڑا جو عام طور پر دودھ کے لیے آپ ﷺ استعمال نہیں کرتے تھے۔ میں نے اس میں دودھ دوہنا شروع کیا حتیٰ کہ وہ بھر گیا۔ میں اسے لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''اے مقداد! کیا تم لوگوں نے اپنے حصہ کا دودھ پی نہ لیا تھا؟'' وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ پیجیے۔ آپ نے میری طرف سر (چہرہ) مبارک اٹھایا اور فرمایا: ''اے مقداد! اپنا ستر درست کرو' بتاؤ بات کیا تھی؟'' میں نے کہا: آپ پہلے دودھ پیجیے پھر بتاؤں گا۔ آپ نے خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر مجھے پکڑا دیا اور میں نے بھی پیا۔ جب مجھے اندازہ ہوا کہ آپ سیر ہو چکے ہیں' اور آپ کی دعا مجھے پہنچ چکی ہے۔ میں ہنسنے لگا حتیٰ کہ زمین پر گر گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' میں نے انہیں سارا واقعہ سنا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ برکت تو آسمان سے نازل ہوئی تھی۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا؟ ہم اپنے دوسرے دو ساتھیوں کو بھی یہ (برکت والا) دودھ پلا دیتے۔'' میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے' جب مجھے اور آپ کو یہ برکت حاصل ہوگئی تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ کس کس کو یہ نہیں پہنچی۔'' [1]

دوم: حضرت انس رضی اللہ عنہ یا ان کے علاوہ کسی صحابی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ انصار

[1] صحیح مسلم: ۶/ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ مسند احمد: ۶/ ۲، ۳، ۴، ۵۔ اور ابن سعد: ۱/ ۱۸۳، ۱۸۴۔ اس حدیث کا بعض حصہ امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ ۳/ ۳۹۴۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور حربی نے بھی اس کو ''الغریب'' میں صحیح کہا ہے۔ (۵/ ۱۸۹/ ۱)

کے پاس تشریف لاتے۔ جب آپ انصار کے گھروں میں پہنچ جاتے۔ تو بچے بھاگ کر آتے اور آپ کے اردگرد جمع ہو جاتے۔ آپ ان کے لیے دعا کرتے' ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے' ان کو سلام کرتے۔ ایک دن چلتے چلتے آپ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ جب آپ دروازہ پر پہنچے تو سعد سے اجازت طلب کی اور کہا: السلام علیکم و رحمة الله (تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت نازل ہو) سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: و علیک السلام و رحمة الله . (آپ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت نازل ہو) انہوں نے اتنا آہستہ جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ ایسے ہی کیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے بھی تین دفعہ ہی آہستہ سے جواب دیا جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ سن سکیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین دفعہ سے زیادہ سلام نہیں کہا کرتے تھے۔ اگر آپ کو اجازت دی جاتی تو بہتر ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے جاتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو ان کے پیچھے پیچھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نکلے' اور عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں نے ہر دفعہ آپ کا سلام سن لیا تھا' مگر مجھے یہ بات پسند تھی کہ آپ ہمارے لیے زیادہ سے زیادہ سلامتی اور برکت کا تذکرہ (دعا) کریں۔ (پس داخل ہو جائیے) پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زبیب (کشمکش) پیش کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تناول فرمایا جب آپ فارغ ہوئے تو کہا:

((أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ. وَ صَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ. وأَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ.))

''تمہارا کھانا نیک لوگ کھاتے رہیں تم پر فرشتے رحمتیں نازل کرتے رہیں اور تمہارے پاس روزدار روزہ افطار کرتے رہیں۔'' [1]

[1] مسند احمد: ۳/ ۱۳۸۔ المشکل: ۱/ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ بیہقی: ۷/ ۲۸۷۔ ابن عساکر: ۷/ ۵۹۔ ۶۰۔ ابوداؤد: ۲/ ۱۵۰۔ ابن ماجہ: ۱/ ۵۳۱۔ طبرانی: ۶۹/ ۲۰۴، ۲۔

جان لو، یہ دعا صرف روزدار کے لیے افطاری کے وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ یہ مطلق اور عام ہے۔ ''یہ کہنا کہ تمہارے پاس روزہ دار روزہ افطار کرتے رہیں۔ یہ میزبان کے لیے فقط توفیق ہمت کی دعا ہے حتیٰ کہ اس کے پاس روزہ دار بھی روزہ افطار کریں۔ اور یہ کہ وہ اس دعوت کی طرح روزہ افطار کروانے کا ثواب بھی حاصل کرے۔ ویسے بھی حدیث میں یہ تخصیص نہیں کہ آپ اس وقت روزہ سے تھے۔ اس لیے اس کو فقط روزہ دار کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دوسری چیز : اسے چاہیے کہ وہ ولیمہ کرنے والے اور اس کی بیوی کے لیے خیر و برکت کی دعا کرے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ ہوں۔

❶ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

''میرا باپ فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے ورثاء میں سات یا نو لڑکیاں چھوڑیں میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی' مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''اے جابر! کیا تو نے شادی کر لی ہے؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کنواری کے ساتھ یا بیوہ کے ساتھ؟ میں نے عرض کیا: بیوہ کے ساتھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی۔ تو اس کے ساتھ کھیلتا اور وہ تیرے ساتھ کھیلتی' تو اس کو ہنساتا' وہ تجھ کو ہنساتی؟'' میں نے عرض کیا: بے شک میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس نے سات یا نو لڑکیاں پیچھے چھوڑی ہیں۔ میں نے یہ بات ناپسند کی ہے کہ ان جیسی ہی ایک اور لے آؤں۔ میں نے اسی لیے بڑی عورت سے شادی کی ہے کہ وہ ان کا خیال رکھے اور ان کی اصلاح کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تجھے برکت عطا فرمائے۔'' یا پھر یہ کہا: مجھے بھلائی کی دعا دی۔'' ❶

❷ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں: انصاریوں کی ایک جماعت نے علی رضی اللہ عنہ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کا مشورہ دیا۔ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابو طالب کے بیٹے! کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! (بعض لوگوں کی طرف سے) میرے پاس فاطمہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَرْحَبًا وَ أَهْلًا)) تیرا آنا مبارک ہو۔ خوش آمدید۔ اس کے علاوہ آپ نے کوئی بات نہیں کی۔ علی رضی اللہ عنہ ان انصاری لوگوں کے پاس

(گزشتہ سے پیوستہ) رہی وہ حدیث جو حضرت ابن زبیر سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ افطار کیا۔'' سخت ضعیف ہے۔ یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے مگر یحییٰ بن ابی کثیر کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع (سننا) ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بھی ضعیف ہے۔

❶ صحیح بخاری: ۹/۲۲۳۔ صحیح مسلم: ۴/۱۷۶۔

واپس گئے جو آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ پوچھنے لگے' کیا خبر لائے ہو؟ انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں مگر آپ نے صرف مرحباً اور اھلاً کہا ہے۔ وہ کہنے لگے: نبی ﷺ کی طرف سے ان دو الفاظ میں سے ایک بھی تیرے لیے کافی تھا۔ انہوں نے آپ کو اپنا داماد تسلیم کر لیا ہے اور آپ کو خوش آمدید کہا ہے۔ کچھ دن اسی طرح گزر گئے۔ جب علی رضی اللہ عنہ کی شادی کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے کہا: اے علی! دلہا کے لیے ولیمہ ضروری ہے' سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس مینڈھا ہے۔ انصار کے بعض لوگوں نے ان کے لیے کچھ "جو" وغیرہ جمع کیے۔ جب شادی کی رات آئی تو آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "مجھے ملنے سے پہلے کسی سے کوئی بات نہ کرنا۔" نبی ﷺ نے پانی منگوایا اس میں وضو کیا۔ پھر اس کو علی رضی اللہ عنہ پر بہا دیا اور کہا:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِمَا' وَ بَارِكْ لَهُمَا فِيْ بِنَائِهِمَا))

"اے اللہ ان دونوں میں برکت پیدا فرما اور ان کی سہاگ رات کو بابرکت بنا" [1]

[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

"جب میرے ساتھ نبی ﷺ نے شادی کی تو میرے پاس میری والدہ آئیں۔ انہوں نے مجھے ایک گھر میں داخل کیا' وہاں انصار کی کچھ عورتیں موجود تھیں۔ وہ کہنے لگیں: ((عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَ عَلٰى خَيْرِ طَائِرٍ)) "(آپ کی شادی) خیر و برکت کے ساتھ ہو اور نیک شگون (نصیب) کے ساتھ ہو۔" [2]

[4] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "جب کوئی آدمی شادی کرتا تو آپ ﷺ اس کو دعا دیتے اور فرماتے:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ. وَ بَارَكَ عَلَيْكَ وَ جَمَعَ بَيْنَكُمَا عَلٰى خَيْرٍ))

"اللہ تجھے برکت عطا فرمائے' اور اللہ تیرے اوپر برکتوں کا نزول فرمائے اور تم دونوں کو بھلائی پر جمع کرے۔" [3]

---

[1] ابن سعد: ۸/۲۰، ۲۱۔ طبرانی نے اس کو "الکبیر" میں روایت کیا ہے ۱/۱۱۲/۱۔ ابن عساکر: ۱۲/۸۸/۲۔

[2] بخاری: ۹/۱۸۲۔ مسلم: ۴/۱۴۱۔ بیہقی: ۷/۱۴۹۔ [3] سنن سعید بن منصور: ۵۲۲۔ ابوداؤد: ۱/۳۳۲ ترمذی: ۲/۱۷۱۔ دارمی: ۲/۱۳۴۔ ابن ماجہ: ۱/۲۸۹۔ مسند احمد: ۲/۳۸۔ حاکم: ۲/۱۳۸۔ بیہقی: ۷/۱۴۸۔ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

۳۵: (اللہ کا نام چھوڑ کر) دنیاوی امور کی مبارکباد جاہلیت کا کام ہے۔ [1]

شادی کرنے والے کو فقط نرینہ اولاد یا دنیاوی کامیابیوں کی مبارکباد دینا صحیح نہیں ہے جس طرح بعض جاہل لوگوں کا طرز عمل ہے۔ اس بات سے کئی احادیث میں منع کیا گیا ہے۔ جن میں سے بعض کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عقیل بن ابی طالب نے جشم قبیلہ کی ایک عورت سے شادی کی۔ کچھ لوگ ان کے پاس آئے اور انہیں معروف (خوشحالی' نرینہ اولاد) کی مبارکباد دینا شروع کر دی۔ تو انہوں نے فرمایا: ''ایسا مت کرو۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ وہ کہنے لگے: اے ابوزید! پھر ہمیں کیا کہنا چاہیے؟ انہوں نے فرمایا: تم یہ کہو:

((بَارَکَ اللّٰهُ لَکُمْ' وَ بَارَکَ عَلَیْکُمْ' اِنَّا کَذٰلِکَ کُنَّا نُؤْمَرُ))

''اللہ تمہیں برکت عطا فرمائے' تمہارے اوپر برکتوں کا نزول فرمائے۔ ہمیں اس کا ہی حکم دیا جاتا تھا۔'' [2]

۳۶: دلہن کا مہمانوں کی خدمت کرنا

دلہن کے لیے جائز ہے کہ وہ آنے والے مہمانوں کی خدمت کرے بشرطیکہ اس نے پردہ کا مکمل اہتمام کیا ہو اور کسی فتنہ وخرابی کا خطرہ بھی نہ ہو۔ [3] سہل بن سعد کی حدیث میں

---

[1] جاہلیت میں لوگ دولہا کو الرفاء والبنین۔ خوشحالی اور اولاد (نرینہ) کہہ کر مبارکباد دیتے تھے۔

[2] ابن ابی شیبہ: ۷/ ۵۲۔ ۲۔ مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۱۸۹/ ۱۰۴۵۸۔ نسائی: ۲/ ۹۱۔ ابن ماجہ: ۱/ ۵۸۹۔ دارمی: ۲/ ۱۳۴۔ بیہقی: ۷/ ۱۴۷۔ مسند احمد: ۱۷۳۹۔ حافظ کہتے ہیں: اس سند کے تمام راوی مضبوط ہیں مگر حسن نے عقیل سے سنا نہیں ہے۔ لیکن بعض علما نے کہا: اس دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں: حسن بصری نے یہاں سماع کی وضاحت نہیں کی اس لیے یہ حدیث منقطع ہے مگر اس کے دیگر شواہد موجود ہیں جن میں سے ایک مسند احمد میں اور دوسرا ''الموضح'' میں روایت کیا گیا ہے۔ ۲/ ۲۵۵۔

[3] یہاں شرعی پردہ مراد ہے اس میں آٹھ چیزوں کا اہتمام ضروری ہے۔ (۱) تمام بدن کو اچھی طرح ڈھانپا جائے (۲) یہ پردہ زینت کا باعث نہ ہو۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے کہ جب ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ نے شادی کی تو نبی ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کھانے پہ بلایا۔ اس کھانا کی تیاری اور اسے مہمانوں کی خدمت میں ان کی بیوی نے پیش کیا۔ انہوں نے خود کچھ نہ کیا۔ اس (عورت) نے پتھر کے ایک برتن میں رات کو کھجوریں بھگو کر رکھی تھیں جب نبی ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے اپنے ہاتھ سے تیار کردہ شربت خاص طور پر نبی ﷺ کو بطور تحفہ پیش کیا۔ اس دن ان کی بیوی ان کی خدمت کرتی رہی حالانکہ وہ دلہن تھی۔ [1]

۳۷: دف [2] بجا کر اشعار وغیرہ پڑھنا

اول: ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

"جب نبی ﷺ کی شادی میرے ساتھ ہوئی' آپ تشریف لائے۔ اور میرے ساتھ بستر پر بیٹھ گئے (جیسے تم میرے قریب بیٹھے ہو) چھوٹی بچیوں نے دف بجانا شروع کر دی۔ وہ اپنے آباؤ اجداد کے وہ کارنامے ذکر کرنے

(گزشتہ سے پیوستہ) (۳) کپڑا موٹا ہو باریک نہ ہو (۴) اتنا تنگ نہ ہو کہ جسم کی بناوٹ ظاہر ہو۔ (۵) اس نے خوشبو نہ لگا رکھی ہو۔ (۶) اس کا لباس مردوں کے لباس کی طرح نہ ہو۔ (۷) کافر عورتوں کا لباس نہ ہو۔ (۸) لباس شہرت (سب کی توجہ کا مرکز) نہ ہو۔

میں نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہے جس میں یہ تمام شروط دلائل سے ثابت کی گئی ہیں۔ کتاب کا نام ہے (حجاب المرأة المسلمة فی الکتاب والسنة)

[1] صحیح بخاری: ۹/۲۰۰، ۲۰۵، ۲۰۶۔ ادب المفرد: ۷۴۶۔ صحیح مسلم: ۶/۱۰۳۔ صحیح ابوعوانہ: ۸/۱۳۱۔ ابن ماجہ: ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ طبرانی: (۱/۱۳۲/۱)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دلہن کے لیے مہمانوں کی خدمت کرنا جائز ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ اس وقت ہی ہے جب فتنہ اور خرابی کا خطرہ نہ ہو۔ اسی طرح خاوند بھی اپنی بیوی کی خدمت کر سکتا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ اجازت پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے مگر یہ بات حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ آج بھی کئی محفلوں میں دیکھا گیا ہے کہ دلہن مکمل پردے اور عزت و وقار کے ساتھ مہمانوں کی خدمت کرتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "عورت کا شادی میں خود مہمانوں کی خدمت کرنا" کے عنوان سے ایک باب ذکر کیا ہے۔ لیکن ان شروط کا خیال رکھا جائے جو ہم نے ذکر کر دی ہیں۔ آج کل اکثر عورتیں اسلامی آداب کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔

[2] دف کو ایک طرف چمڑا لگا ہوتا ہے اور دوسری طرف سے خالی ہوتی ہے، اور آواز میں ترنم نہیں ہوتا۔ (مترجم)

لگیں جو انہوں نے جنگ بدر میں شہادت سے قبل سرانجام دیے تھے۔ ان میں سے ایک بچی کہنے لگی: ہمارے درمیان ایسے نبی ﷺ موجود ہیں جو کل کے متعلق جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات مت کرو' اور وہی بات کرو جو تم پہلے کہہ رہی تھی۔'' [1]

دوم: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ انصار میں سے ایک عورت کی شادی ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے عائشہ! تمہارے ساتھ کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے۔ انصار تو کھیل تماشہ پسند کرتے ہیں؟۔'' [2]

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اس عورت کے ساتھ ایک لونڈی کو کیوں نہ لے لیا جو دف بجا کر کچھ گاتی؟'' وہ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: وہ کیا کہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ یہ کہے۔

أتينا كم أتينا كم فحيونا نحيكم.

''ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے۔ تم ہمیں خوش آمدید کہو، ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔''

لو لاالذهب الأحمر ماحلت بواديكم

''اگر سرخ سونا نہ ہوتا تو صحرا کے لوگ تمہارے پاس نہ آتے۔''

لو لا الحنطة السمراء ماسمنت عذا ريكم [3]

اگر بھوری رنگت والی (بہترین قسم کی) گندم نہ ہوتی' تو تمہاری لڑکیاں موٹی نہ ہوتیں۔''

سوم: ''نبی ﷺ نے بعض لوگوں کو سنا۔ شادی کے موقع پر یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

---

[1] صحیح بخاری: ۲/۳۵۲۔ ۹/۱۶۶، ۱۶۷۔ بیہقی: ۷/ ۲۸۸۔ مسند احمد: ۶/ ۳۵۹۔

[2] صحیح بخاری: ۲/ ۱۸۴، ۱۸۵۔ بیہقی: ۷/ ۲۸۸۔

[3] طبرانی نے زوائد میں اس کو روایت کیا ہے۔ ۱/ ۱۶۷/ ۱۔ اس میں ضعف ہے مگر ایک اور سند سے یہ قوی ہے۔ دیکھیے ارواء الغلیل (۱۹۹۵)۔

و أهدى لها أكبش　　يبحبحن في المربد

''میں ان کو ایک دنبہ ہدیہ دوں۔ وہ دنبہ جو بکریوں' بھیڑوں کے باڑے میں آواز نکالتا ہے۔''

وحبك في النادي　　ويعلم ما في غد

''تیری محبت (خاوند) مجلس میں ہے۔ اور وہ جانتا ہے کل کیا ہوگا۔''

اور ایک روایت میں ہے:

وزوجك في النادي　　و يعلم ما في غد

''اور تیرا شوہر محفل میں ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ کل کیا ہوگا۔

وہ کہتی ہیں: نبی ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا:

''کل کے متعلق اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔'' [1]

چھارم: عامر بن سعد البجلی روایت کرتے ہیں۔

''میں قرظہ بن کعب اور ابی مسعور کے پاس آیا۔ انہوں نے تیسرے کا بھی ذکر کیا۔ جس کا نام میرے ذہن میں نہیں رہا۔ وہاں لڑکیاں دف بجا کر کچھ گا رہی تھیں۔ میں نے کہا: تم دف سن رہے ہو حالانکہ تم نبی ﷺ کے ساتھی ہو؟ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے شادی کے موقع پر ہمیں (دف) کی اور مصیبت کے وقت رونے کی اجازت دی ہے۔''

اور ایک روایت میں ہے:

''میت پر بغیر چیخ و پکار کے رونے کی اجازت دی ہے۔'' [2]

پنجم: ابن بلج یحییٰ بن سلیم سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں:

''میں نے محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ کو کہا کہ میں نے دو عورتوں سے شادی کی ہے۔ کسی پر بھی دف نہیں بجائی گئی۔ محمد رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حلال اور حرام (آوازوں) کے درمیان حد فاصل ''دف'' کی آواز ہے۔'' [3]

---

[1] طبرانی نے اسے ''الصغیر'' میں روایت کیا ہے۔ ص ۶۹۔ حدیث نمبر ۸۳۰۔ حاکم: ۲/۱۸۴۔ ۱۸۵۔ بیہقی: ۷/۲۸۹ امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ امام ذہبی نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔ [2] حاکم' بیہقی۔ نسائی ۲/۹۳۔ طیالسی: ۱۲۲۱۔ [3] نسائی: ۲/۹۱۔ ترمذی: ۲/۱۷۰۔ اور انہوں نے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ششم: ''نکاح کا اعلان کرو۔'' [1]

۳۸: شریعت کی مخالفت سے بچنے کا حکم

آدمی کو چاہیے کہ وہ اس (پرمسرت) موقع پر شریعت کی مخالفت سے بچے، خصوصاً جب موجودہ دور میں بے شمار لوگوں نے ایسے مواقع پر شریعت کی مخالفت کو عادت بنا لیا ہے۔ حتیٰ کہ علما کے خاموش رہنے کی وجہ سے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے امور جائز ہیں۔ ذیل میں ہم شریعت مخالف بعض کاموں پر تنبیہ کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) تصاویر لٹکانا

اول:۔ دیواروں پر تصاویر لٹکانا۔ چاہے وہ مجسمے ہوں یا دیگر تصاویر ہوں ان کا سایہ ہو یا نہ ہو۔ ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا پھر فوٹوگرافی (کیمرے) کے ذریعے یہ سب کی سب حرام اور ناجائز ہیں۔ جس آدمی کے پاس اختیار ہو ان کو پھاڑ دے یا کم از کم اتار دے۔ اس سلسلہ میں کئی احادیث وارد ہیں۔

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں نے اپنے گڑیا گھر کے سامنے ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں (ایک روایت میں ہے کہ اس پر ایک گھوڑے کی تصویر تھی جس کے پر بھی بنے ہوئے تھے) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس پر پڑی تو اس کو پھاڑ ڈالا۔ اور آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تخلیق کے ذریعے اللہ سے مقابلہ کرتے ہیں (ایک روایت میں ہے کہ ان تصویریں بنانے والوں کو سخت عذاب ہوگا۔ انہیں کہا جائے گا جو تم نے بنایا اس کو زندہ کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر ہوں۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے اس کپڑے کو پھاڑ ڈالا اور اس سے دو تکیے بنا لیے

(گزشتہ سے پیوستہ) کہا یہ حدیث حسن ہے۔ ابن ماجہ۔ مسند احمد: ۳/ ۴۱۸۔ اس کی سند صحیح ہے۔ امام ذہبی نے اسکی موافقت کی ہے۔ میرے نزدیک اس کی سند حسن ہے۔ دیکھیے (ارواء الغلیل ۱۹۹۴)۔

[1] ابن حبان: (۱۲۸۵) طبرانی: ۶۹/۱/۱۔ المنتقی: ۱۲/ ۶۴/ ۲۔ اس کی سند حسن ہے۔ اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(میں نے نبی ﷺ کو دیکھا وہ ان میں سے ایک پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں جبکہ اس پر تصویر بھی تھی۔) [1]

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے:

''میں نے نبی ﷺ کے لیے ایک تکیہ تیار کیا جس میں تصویریں تھیں۔ وہ تکیہ چھوٹا سا تھا۔ آپ (اسے دیکھ کر) دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا میں نے عرض کیا: ''ہم سے کیا غلطی سرزد ہوگئی ہے؟ میں اللہ تعالیٰ سے اپنی غلطی کی معافی مانگتی ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ تکیہ کیسا ہے؟'' میں نے عرض کیا: میں نے اس تکیہ کو اس لیے تیار کیا تا کہ آپ اس پر آرام فرما سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تجھے علم نہیں کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو' اور تصویر بنانے

[1] صحیح بخاری: ۱۰/ ۳۱۷، ۳۱۸۔ صحیح مسلم: ۶/ ۱۵۸۔ ۱۶۰۔ بیہقی: ۷/ ۲۶۹۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ (۱) تصویر کا لٹکانا یا اس چیز کو لٹکانا جس پر تصاویر ہوں حرام ہے۔ (۲) تصویر حرام ہے چاہے اس کا سایہ ہو یا نہ ہو۔ بعض لوگوں نے کہا: جس کا سایہ نہ ہو وہ تصویر جائز ہے مگر یہ مذہب باطل ہے کیونکہ پردہ پر تصویر بغیر سایہ کے تھی جس کو آپ ﷺ نے پھاڑنے کا حکم دیا۔ بعض نے کہا کہ یہ تصویر ایسی تھی جس میں گھوڑے کے پر بنائے گئے تھے جو حقیقت کے خلاف ہے اس لیے آپ ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا۔ مگر یہ بات بھی کئی لحاظ سے غلط ہے مثلاً۔ حدیث میں کوئی ایسا اشارہ بھی نہیں پایا جاتا کہ آپ کے انکار کا سبب' خلاف حقیقت تصویر تھی بلکہ اس کی علت تو اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ نے کہا: ''جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔'' یہاں لفظ تصویر عام ہے' ایک دوسری حدیث میں وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے اس گھوڑے کو پسند فرمایا۔ رہی ابوطلحہ کی حدیث ''کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو مگر یہ کہ وہ تصویر کپڑے پر ہو''۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لٹکی ہوئی نہ ہو اور اسے حقیر اور بوسیدہ کر کے استعمال کیا گیا ہو۔ جس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ (جب انہوں نے پھاڑ کر تکیہ بنایا) تو آپ اس پر ٹیک لگا کر بیٹھے۔ گویا کہ ایسی تصویر فرشتوں کے گھر میں داخل ہونے میں رکاوٹ نہیں جو (کٹی ہوئی اور حقیر ہو)

اسی سے بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ کپڑے اور ورق پر تصویر جائز ہے۔ یہ ایک زبردست مغالطہ ہے۔ حدیث سے فقط اس شرط پر استعمال کا جواز ملتا ہے جس کی تشریح ہم نے کر دی۔ ورنہ تصویر بنانا حرام ہے جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تصویریں بنانے والے، قیامت کے دن انہیں عذاب دیا جائے گا'' اس واضح نص کو چھوڑنا صحیح نہیں ہے۔ جو آدمی انصاف پسند ہے اس کے سامنے بات واضح ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تصویر والا کپڑا خریدے کیونکہ یہ گناہ کا تعاون ہے۔ اگرچہ وہ بطور حقارت استعمال کے لیے خریدنا چاہے۔ وہ آدمی جس کو علم نہ ہو اور وہ ایسا کپڑا خرید لے تو اس کے لیے تصویر کو (پھاڑ کر) یا اسکی توہین اور حقیرانہ انداز میں استعمال کرنا جائز ہے۔ کیونکہ مذکورہ تکیہ پر جو تصویر تھی اس کو درمیان سے پھاڑ دیا گیا تھا۔

والے کو قیامت کے دن عذاب ہوگا۔ اسے کہا جائے گا جو کچھ تم نے تخلیق کیا ہے اس میں جان ڈالو۔" ایک روایت میں ہے: "تصویریں بنانے والے انہیں قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک گھر میں داخل نہیں ہوئے جب تک میں نے اس کو (تکیہ) نکال نہ دیا۔" [1]

③ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے کہا: میں آج صبح آپ کے پاس آیا تھا۔ مجھے اندر آنے سے جس چیز نے روکے رکھا وہ یہ تھی کہ دروازے پر کچھ تصاویر اور گھر میں باریک قسم کا پردہ لٹکا ہوا تھا۔ اس میں بھی کچھ تصویریں تھیں اور یہ کہ گھر میں کتا تھا۔ پس آپ تصاویر کا سر ختم کرنے کا حکم دیجیے تا کہ وہ درخت کی شکل اختیار کر جائیں اور پردہ کو پھاڑنے کا حکم دیجیے تا کہ اس سے تکیے وغیرہ بنا لیے جائیں اور آپ لوگ اس پر ٹیک لگا سکیں، اور کتے کو گھر سے نکالنے کا حکم دیجیے۔ پس بے شک ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر یا کتا ہو۔" یہ کتے کا بچہ حسن یا حسین رضی اللہ عنہما کا تھا جو ان کی چارپائی کے نیچے بیٹھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے نکال دیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور اس جگہ پر چھڑک دیا۔" [2]

---

[1] صحیح بخاری: ۲/ ۱۱/ ۔۴/ ۱۰۵۔ الفوائد: ۶/ ۶۸۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم اور دیگر کئی لوگوں نے ذکر کیا ہے۔ اس کو ہم نے (الحلال والحرام) کی تخریج میں ذکر کیا ہے۔

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جب تک تصویر گھر میں ہو اگرچہ اس کا استعمال حقیرانہ انداز میں ہو، فرشتے پھر بھی داخل نہیں ہوتے، کیونکہ حدیث میں وضاحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک داخل نہیں ہوئے جب تک اسے نکال نہیں دیا گیا۔

اور اس حدیث میں یہ کلمات بھی ہیں:

"فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر ہوں۔"

[2] ابوداؤد: ۲/ ۱۸۹۔ نسائی: ۲/ ۳۰۲۔ ترمذی: ۴/ ۲۱۔ صحیح ابن حبان: ۱۴۸۷۔ مسند احمد: ۲/ ۳۰۵، ۳۰۸۔ صحیح مسلم: ۶/ ۱۵۶۔ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ تصویر کی وہ تبدیلی جس (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) دیواروں کو پردوں اور قالینوں سے سجانا۔

دوسری چیز جس سے بچنا ضروری ہے۔ وہ دیواروں اور (گھر کو) پردوں اور قالینوں

(گزشتہ سے پیوستہ) سے اس کا استعمال جائز ہو جاتا ہے وہ ہے جو اس کے خدوخال اور شکل وصورت کو ہی بدل دے۔ بعض لوگ نصوص کی غلط تاویل یا پھر لوگوں کی رائے کو ان پر ترجیح دے کر حقیقت میں ان دلائل سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ اس کی ایک مثال "مجلّہ نور الاسلام" میں چھپنے والا طویل مقالہ ہے جو میں نے چند سال پہلے پڑھا ہے۔ اس مجلّہ کا نیا نام "مجلۃ الازھر" رکھا گیا۔

اس میں یہ فتویٰ دیا گیا تھا کہ مسلمان مصور کے لیے جائز ہے وہ مکمل بت بنائے اور اس کے سر میں ایک گڑھا بنا دے جو اس کے دماغ تک پہنچا ہوا ہو (تا کہ اس میں تبدیلی اور اسکی توہین ہو)۔ پھر یہ گل افشانی کی گئی، فنی نقطہ نگاہ کے مدنظر یہ عیب ناظرین سے چھپانے کے لیے اس کے سر کے اوپر بال رکھ دیے جائیں اس سے یہ ایسے نظر آئے گا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اس سے دنیا والے بھی راضی ہو جائیں گے اور شارع (اللہ تعالیٰ) بھی۔

اے مسلمان بھائی! کیا تو نے شریعت اور اس کی نصوص کے ساتھ ایسا مذاق کبھی دیکھا ہے۔ جس طرح کا مذاق اس موقر رسالے میں کیا گیا ہے؟

اللہ کی قسم! یہ تو بنی اسرائیل والی حرکتیں ہیں جن پر اللہ کی لعنت اور غضب ہوا ہے ان کے متعلق اللہ نے کہا:

﴿وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ [۷/الاعراف:۱۶۳]

ترجمہ: "اور آپ ان لوگوں سے اس بستی والوں کا جو کہ دریائے (شور) کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھیے جب کہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے جب کہ ان کے ہفتہ کے روز تو ان کی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں۔ ہم ان کی اس طرح پر آزمائش کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔"

ان کے متعلق ہی نبی ﷺ نے فرمایا تھا: "اللہ ان یہودیوں کو تباہ و برباد کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان پر چربی کو حرام کیا تو انہوں نے اسے آگ پر پکایا اور بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔" متفق علیہ۔

اسی لیے آپ ﷺ نے ہمیں ان کی تقلید سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اس چیز کا ارتکاب مت کرو جس کے یہودی مرتکب ہوئے تھے۔ انہوں نے تو معمولی حیلوں سے اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو جائز قرار دے لیا تھا۔" مگر ان سے مشابہت اختیار کرنے والوں پر ایسی باتیں کب اثر کرتی ہیں۔

اسی طرح کا ایک اور بہانہ بعض لوگوں نے بنایا، کہ ہاتھ سے بنائی گئی تصویر اور کیمرہ وغیرہ سے لی گئی (عکسی) تصویر میں حرمت و حلت کے لحاظ سے کافی فرق ہے۔ عکسی تصویر انسان کے ہاتھ کا عمل نہیں بلکہ اس میں تو فقط ایک سائے کو محفوظ کرنا ہے۔ ان لوگوں کو انسان کے ہاتھ کی وہ محنت نظر نہیں آتی جو اس آلہ کو معرض وجود میں لانے کے لیے دن رات صرف کی گئی ہے، جس کی مدد سے آج انسان ایک لمحہ میں تصویر محفوظ کر لیتا ہے۔ ویڈیو فلم اور دیگر آلے وہ بھی اسی میں داخل ہیں۔ اسی طرح تصویر کی ڈویلپنگ پرنٹنگ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وغیرہ سے سجانا ہے اگر چہ یہ قالین وغیرہ ریشمی نہ بھی ہوں کیونکہ یہ فضول خرچی اور غیر شرعی زینت ہے۔اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مندرجہ ذیل حدیث ہے:

(گزشتہ سے پیوستہ) اور وہ کچھ جو میری معلومات میں نہیں ہے۔ یہ سب کچھ ان کے ہاں انسان کے ہاتھ کی محنت نہیں ہے؟

استاذ ابوالوفاء درویش تصویر کشی کے فن کے متعلق لکھتے ہیں کہ تصویر کی تیاری میں مختلف قسم کے گیارہ افعال سرانجام دیے جاتے ہیں اس کے باوجود وہ بغیر کسی پریشانی کے لکھتے ہیں۔ ''یہ تصویر کشی انسانی عمل نہیں ہے'' (دیکھیے کتاب کیف یتم التصویر: ص ۴۳، ۴۵۔) ان کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ عکسی تصویر کا لٹکانا جائز ہے۔ اگر تصویر ہاتھ سے بنی ہو تو جائز نہیں ہے۔

محترم قاری! کیا آپ نے ایسا جمود کبھی دیکھا ہے؟ ان لوگوں نے تصویر کشی کے اس جدید فن کو اس قدیم فن کے ساتھ جس کو آپ ﷺ نے حرام قرار دیا تھا ملانے کی بجائے اس وقت اور آج کے فن میں فرق کر ڈالا۔

میں نے کئی سال پہلے ان کو کہا تھا: تمہاری بات سے یہ لازم آتا ہے کہ تم اس بت گری کو جائز قرار دو جو آج کل جدید وسائل کی بنا پر، فقط بجلی کا بٹن دبا کر کی جاتی ہے۔ ایسی فیکٹریوں میں تو ایک لمحہ کے اندر کئی بت بنائے جاتے ہیں۔ تم لوگ ان بتوں کو جو بچوں کے کھیلنے کے لیے بنائے جاتے ہیں، کیا کہو گے؟ اور تم جانوروں اور بتوں کی (الیکٹرانک) کاریگری کے متعلق کیا کہتے ہو؟ تو وہ حیران ہو گئے اور ان سے کوئی جواب بن نہ پایا۔

آخر میں ہم یہی کہنا چاہتے ہیں کہ ہر طرح کی تصویر کشی اور اس کا استعمال ناجائز ہے۔ لیکن ایسی تصویر جس میں فائدہ محقق ہو اور بظاہراً اس کا کوئی برا اثر بھی نہ ہو تو وہ جائز ہے جس طرح کہ میڈیکل، جغرافیہ، مجرموں کو پکڑنے، ان سے خبردار کرنے کے لیے اور دیگر ایسی تصاویر وغیرہ۔

اس سلسلہ میں ایک حدیث تو پہلے گزر چکی جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس طاقچہ میں گھوڑے کی تصویر کا ذکر ہے۔ دوسری حدیث ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی ﷺ نے ایام عاشورا کی صبح مدینہ کی قریبی بستیوں میں یہ پیغام بھیجا کہ جس نے صبح افطاری کی حالت میں کی وہ بقیہ دن پورا کرلے اور جس نے صبح روزہ کی حالت میں کی اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرلے۔ وہ کہتی ہیں: ہم اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے جیسے اللہ کو منظور ہوتا ہم لوگ مسجد بھی جاتے۔ ہم ان بچوں کے لیے روئی وغیرہ سے کھلونا بنا کر اپنے ساتھ رکھتے۔ جب کوئی بچہ کھانا طلب کرتے کرتے رو پڑتا تو ہم اس کو وہ کھلونا دیتے حتیٰ کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بچے ہم سے کھانا مانگتے تو ہم ان کو ان کھلونوں سے لالچ لگاتے حتیٰ کہ ان کا روزہ پورا ہو جاتا۔'' صحیح بخاری: ۴/۱۶۳۔ صحیح مسلم: ۳/۱۵۲۔

ان دونوں احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اگر تصویر کشی کسی مصلحت کے لیے ہو تو جائز ہے جیسا کہ تربیتی پہلو، تہذیب نفس، اور اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت اور دیگر ایسے امور وغیرہ۔ اس کے علاوہ تصویر کشی کا اصل حکم باقی ہے جو اس کے حرام ہونے کا ہے۔ جیسا کہ علما، مشائخ، دوستوں اور بڑے لوگوں کی تصویریں بنانا، اس کا فائدہ تو کچھ نہیں ہے البتہ اس میں بتوں کے پجاریوں اور کافروں سے تشبیہ ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔

''نبی ﷺ ایک غزوہ پر جانے کی بنا پر گھر میں موجود نہیں تھے میں نے ان کے واپس آنے تک موقع غنیمت جانتے ہوئے ایک بچھونا حاصل کیا جس میں کچھ تصاویر وغیرہ بنی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے چھتیر (چھت کی لکڑی) پر ڈال دیا۔ جب نبی ﷺ واپس آئے تو میں ان کو حجرہ میں ملی اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! السلام علیک و رحمة الله و بر کاته۔ اللہ کے لیے ہی تعریف ہے جس نے آپ کو عزت دی' آپ کی مدد کی۔ آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور آپ کو بزرگی عطا فرمائی۔ وہ کہتی ہیں: آپ ﷺ مجھ سے بات نہیں کر رہے تھے میں نے ان کے چہرے پر غصہ کے آثار دیکھے۔ آپ جلدی سے گھر میں داخل ہوئے' آپ نے اس بچھونا پر ہاتھ ڈالا' اس کو کھینچا اور پھاڑ ڈالا پھر فرمایا: ''کیا تم دیواروں کو ایسے پردہ کے ساتھ مزین کرتی ہو جس میں تصاویر بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے عطا کردہ رزق سے پتھروں اور مٹی کو پہنانے کا حکم نہیں دیا ہے۔ وہ کہتی ہیں: میں نے اس کو پھاڑ کر دو تکیے بنا ڈالے ان کے اندر کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔ پس آپ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وہ کہتی ہیں: آپ ﷺ ان پر آرام کرتے تھے۔'' [1]

اسی لیے تو بعض سلف صالحین اس گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے جس کی دیواروں پر پردہ چڑھایا ہوا ہوتا تھا۔ سالم بن عبداللہ کہتے ہیں۔

''میں نے اپنے باپ کے عہد میں شادی کی۔ میرے باپ نے لوگوں کو دعوت پر بلایا۔ ابوایوب بھی ان لوگوں میں شامل تھے۔ میرے گھر کو دوستوں نے سبز رنگ کے مختلف تکیوں اور بچھونوں سے سجا رکھا تھا۔ ابوایوب مجھے کھڑا دیکھ کر اندر داخل ہوئے اور گھر کو سبز کپڑوں سے سجا دیکھا تو کہا:

---

[1] صحیح مسلم: ۶/ ۱۵۸۔ مسند احمد: ۶/ ۲۷۴۔ ابوعوانہ: ۸/ ۲۵۳/ ۱۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے۔ دیواروں پر کپڑے وغیرہ چڑھانا ممنوع ہے۔ اگرچہ حدیث میں اس پردے کا ذکر ہے جس پر تصویریں تھیں لیکن میں کہتا ہوں کہ تصاویر والا یا عام کپڑا دیواروں پر چڑھانا منع ہے کیونکہ حدیث میں لفظ (کیا تم دیواروں کو پہناتی ہو) اس روایت میں دونوں سبب مذکور ہیں۔

اے عبداللہ! کیا تم لوگوں نے دیواروں کو بھی پہنا رکھا ہے۔ میرے باپ نے شرماتے ہوئے کہا: اے ابوایوب: ہم پر عورتیں غالب آ گئی ہیں۔ ابو ایوب کہنے لگے: دوسروں کے بارے میں تو مجھے خوف تھا مگر تیرے بارے میں مجھے یہ ڈر ہرگز نہ تھا کہ تجھ پر بھی عورتیں غالب آ جائیں گی۔ پھر کہا: میں نہ ہی تو تمہارے گھر سے کھانا کھاؤں گا اور نہ ہی اس میں داخل ہوں گا۔ اس کے بعد وہ گھر سے نکل گئے۔'' [1]

(۳) بھنوؤں کے بال وغیرہ کو اکھاڑنا

تیسری بات۔ بعض عورتیں اپنے حسن و جمال کو بڑھانے کے لیے بھنوؤں کے بال اکھاڑ کر ان کو قوس یا ہلال (چاند) کی طرح بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس فعل سے نبی ﷺ نے منع بھی کیا ہے اور ایسا کرنے والی عورت پر لعنت بھی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے (جسم) گودنے والیوں اور (جسم) گدوانے والیوں [*] بال جوڑنے والی [2] 'چہرے کے بال نکالنے والیوں اور نکلوانے والیوں' دانتوں کو حسن کے لیے کشادہ کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے' جو اللہ کی تخلیق کو تبدیل کرتی ہیں۔'' [3]

(۴) ناخنوں کو لمبا کرنا اور نیل پالش لگانا

ایک اور قبیح اور بری عادت جو یورپ کی فاسق و فاجر عورتوں سے ہماری مسلمان عورتوں میں سرایت کر چکی ہے وہ ناخنوں کو پالش لگانا اور ان کو لمبا کرنا ہے۔ یہ پالش سرخ رنگ ہی ہے جسے آج کل (مینیکور) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بعض مسلم نوجوان بھی اس بیماری میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ جہاں یہ فعل اللہ تعالیٰ کی فطری تخلیق کو بدلنے کے مترادف ہے وہاں پر اس کا

---

[1] اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ۱/۱۹۲/۲۔ ابن عساکر: ۵/ ۲۱۸/۲۔ ابوبکر المروزی نے اسے الورع میں بیان کیا ہے۔ ۲۰/۱۔ امام بغوی نے اسے شرح السنۃ میں بیان کیا ہے۔ ۳/۲۴۔ [*] عورتیں سوئی وغیرہ سے جسم کو زخم لگا کر سرمہ بھر لیتی ہیں۔ (مترجم) [2] صحیح بخاری، ابوداود۔ دیکھیے سلسلہ احادیث صحیحہ: ۲۷۹۷۔

[3] صحیح بخاری: ۱۰/ ۳۰۶، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲۔ صحیح مسلم: ۶/ ۱۶۶، ۱۶۷۔ ابوداود: ۲/ ۱۹۱۔ ترمذی: ۳/ ۱۶۔ وغیرہ

مرتکب اللہ کی لعنت کا سزاوار ہے۔ مزید یہ کہ اس میں غیر مسلم عورتوں کے ساتھ مشابہت بھی ہے۔ اس فعل سے منع پر کئی احادیث ہیں۔ [1] ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ((...... جس کسی نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہی ہوگا۔)) [2] یہ عمل فطرت کے بھی خلاف ہے: ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ [۳۰/الروم:۳۰] ''اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں:

> ختنہ کرنا' زیر ناف بال صاف کرنا' مونچھوں کو چھوٹا کرنا' ناخن تراشنا اور بغلوں کے بال اکھاڑنا۔ ایک روایت میں ہے کہ ''زیر ناف بال صاف کرنا' مونچھیں کترانا' ناخن تراشنا اور بغلوں کے بال اکھاڑنا''

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مونچھیں کترانے' ناخن تراشنے' بغلوں کے بال اکھاڑنے' زیر ناف بال صاف کرنے کا وقت مقرر کیا' کہ ہم ان کو چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں۔'' [3]

(۵) داڑھی منڈانا

اسی طرح ایک اور قبیح فعل داڑھی منڈانا ہے۔ اکثر مسلمان مرد یورپ کے کافروں کی تقلید میں داڑھیاں منڈائے ہوئے ہیں۔ یہ فعل بھی کم از کم عورتوں کے ناخن بڑھانے جیسا ہی قبیح ہے۔ اب تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے لوگ اس بات کو عار اور بے عزتی محسوس کرتے ہیں کہ دولہا دلہن کے پاس جائے اور اس نے داڑھی نہ منڈا رکھی ہو۔

داڑھی منڈانا کئی وجوہات کی بنا پر خلاف اسلام ہے۔

(الف) اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنا: اللہ تعالیٰ نے شیطان کے متعلق فرمایا:

---

[1] یہ احادیث میں نے اپنی کتاب حجاب المرأۃ المسلمۃ میں ذکر کی ہیں۔ ص۵۳، ۵۴۔

[2] ابوداوٗد۔ مسند احمد۔ المنتخب: ۲/۹۲۔ یہ حدیث طحاوی نے مشکل الآثار میں نقل کی ہے۔ ۸۰، ۸۱۔ اس کی سند حسن ہے۔

[3] صحیح مسلم: ۱/۱۵۳۔ ابوعوانہ: ۱/۱۹۰۔ ابوداوٗد: ۲/۱۹۵۔ نسائی: ۱/۷۔ ترمذی: ۴/۷۔ مسند احمد: ۳/۱۲۲۔ ۲۰۳۔ ابن عساکر: ۷/۱۴۲/۱۔

میں کہتا ہوں: ''حدیث سے ظاہر ہے کہ مذکورہ بالوں کو چالیس دن سے زیادہ چھوڑنا جائز نہیں ہے۔''

''اس پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقررہ تعداد کو گمراہ کروں گا۔ انہیں راہ سے بھٹکاتا رہوں گا۔ انہیں باطل خواہشات دلاؤں گا اور انہیں سکھاؤں گا کہ جانوروں کے کان چیر دیں اور ان سے کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں سو جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے گا وہ صریح نقصان میں ڈوبے گا۔'' [1]

یہ واضح دلیل ہے کہ اللہ کی تخلیق کو اس کی اجازت کے بغیر تبدیل کرنا حقیقت میں شیطان کی فرمانبرداری اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ اس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ خوبصورت نظر آنے کے لیے داڑھی منڈانے والے بالکل اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی لعنت کے مستحق ہیں جس طرح حسن کے لیے تخلیق باری تعالیٰ میں تبدیلی پر عورتیں لعنت کی مستحق ہیں۔ دونوں ایک ہی گناہ کے مرتکب ہیں۔ ''میں نے اللہ کی اجازت'' کا لفظ اس لیے بولا ہے کہ کسی کو وہم ہو سکتا تھا کہ زیر ناف بال وغیرہ اتارنا بھی اس تفسیر میں داخل ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اس کی تو اجازت ہے بلکہ اس کو تو واجب قرار دیا گیا ہے۔

(ب) داڑھی منڈانا آپ ﷺ کے حکم کی واضح مخالفت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''مونچھوں کو خوب کٹواؤ اور داڑھی کو معاف کر دو۔'' [2]

یہ بات مشہور ہے کہ امر (حکم) کا صیغہ وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ کوئی قرینہ دلالت کر رہا ہو اور اس مقام پر قرینہ وجوب ہی کا متقاضی ہے (داڑھی بڑھانا' مونچھیں کٹانا واجب ہے) کیونکہ اس (داڑھی منڈوانے) میں:

(ج) کفار کے ساتھ تشبیہ ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

''مونچھوں کو کم کرو اور داڑھی کو لٹکاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔'' [3]

---

[1] نساء:۱۱۸۔۱۱۹۔

[2] صحیح بخاری: ۱۰/ ۲۸۹۔ صحیح مسلم: ۱/ ۱۵۳۔ ابوعوانہ: ۱/ ۱۸۹۔ اس حدیث کے پیش نظر بعض لوگ مونچھوں کو بالکل منڈوا دیتے ہیں یہ بات غلط ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ایسے بندے کو کوڑے مارے جائیں جو مونچھیں بالکل ہی منڈوا دیتا ہے اور کہا: یہ ایسی بدعت ہے جو لوگوں میں رواج پکڑتی جا رہی ہے۔'' بیہقی: ۱/ ۱۵۱۔ فتح الباری: ۱۰/ ۲۸۵۔

[3] صحیح مسلم۔ صحیح ابوعوانہ۔

(د) عورتوں کے ساتھ مشابہت: بے شک نبی ﷺ نے ان مردوں پر جو عورتوں سے اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ لعنت کی ہے۔ [1]

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس داڑھی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بندے کو عورت سے امتیازی وصف عطا کیا اس کو منڈوانا عورت کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت اختیار کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم امید کرتے ہیں کہ شاید ہماری ذکر کی گئی دلیلیں داڑھی منڈانے والوں کے لیے کافی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر ایسے کام سے بچائے جس کو وہ پسند نہیں کرتا اور اس سے راضی نہیں ہوتا۔

(٦) منگنی کی انگوٹھی

بعض لوگ (شادی) کے موقع پر سونے کی انگوٹھی پہنتے ہیں اور اسے ''منگنی کی انگوٹھی'' کا نام دیتے ہیں۔ یہ فعل بھی ایسا ہے جس میں کفار کی تقلید ہے کیونکہ مسلمانوں میں یہ عادت

---

[1] صحیح بخاری: ۱۰/۴/۲۷۔ ترمذی: ۲/ ۱۲۹۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہر سلیم الفطرت انسان بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ مذکورہ دلائل کی مختلف چار قسمیں اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ داڑھی منڈوانا حرام ہے اور اس کو چھوڑنا واجب ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''داڑھی منڈوانا حرام ہے۔'' میں نے اس مسئلہ پر ''شہاب رسالہ'' میں قلم اٹھایا تھا۔ جو بعض محب سنت لوگوں نے کتاب کی شکل میں طبع کروا دیا جس کا نام ''اللحیة فی نظر الدین'' ''داڑھی اسلام کی نظر میں'' ہے۔ اس میں میں نے ائمہ اربعہ سے بھی داڑھی منڈانے کے حرام ہونے پر دلائل نقل کیے ہیں۔

میرے بھائی! داڑھی منڈانے والوں کی کثرت سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے اگرچہ ان میں بعض لوگ علم جیسی صفت کے حامل ہی کیوں نہ ہوں۔ بعض لوگ آپ کو یہ کہتے ہوئے ملیں گے کہ کیا داڑھی میں اسلام ہے؟ یہ تو ایک دنیاوی مسئلہ ہے جو چاہے رکھے جو چاہے منڈا دے۔

یاد رکھو۔ داڑھی امور فطرت میں سے ہے جیسا کہ امام مسلم نے روایت کیا ہے اور فطرت کبھی بھی تغیر و تبدل قبول نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [۳۰/ الروم: ۳۰] ''یہ تو اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی تخلیق کو تبدیل کرنا نہیں ہے۔ یہی مضبوط دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔'' اللہ ہمیں ثابت قدمی عطا فرمائے۔ (آمین)

عیسائیوں کی طرف سے سرایت کرچکی ہے۔ [1] اس فعل میں شرعی نصوص کی صاف صاف مخالفت ہے کیونکہ سونے کی انگوٹھی کے استعمال سے منع کیا گیا ہے۔اس سلسلہ میں بعض نصوص ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی دلیل: ''آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی (پہننے) سے منع فرمایا ہے۔'' [2]

دوسری دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ آپ نے اسے کھینچ کر اتارا اور پھینک دیا اور فرمایا:

> ''تم میں سے کوئی ایک آگ کے انگارے کا قصد کرتا ہے حتیٰ کہ اسے ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے۔'' جب نبی ﷺ چلے گئے تو اس آدمی کو کہا گیا۔ اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور اس سے اپنی کوئی ضرورت پوری کر لینا۔ اس نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! میں اس انگوٹھی کو کبھی نہیں اٹھاؤں گا جس کو رسول اللہ ﷺ نے پھینکا ہو۔ [3]

تیسری دلیل: ابی ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ آپ ﷺ اسے اس لکڑی سے (چوکے) مارنے لگے جو ان کے پاس تھی۔

---

[1] یہ عیسائیوں کی بہت قدیم عادت ہے۔ان کے ہاں شادی کے وقت دلہا سونے کی انگوٹھی دلہن کے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے سرے پر رکھتا اور کہتا: ''باپ کے نام سے'' پھر اسے انگشت شہادت کے سرے پر رکھتا اور کہتا: ''بیٹے کے نام سے'' پھر درمیانی انگلی کے سرے پر رکھتا اور کہتا: روح القدس (کے نام سے)۔ پھر وہ آمین کہتا۔اس کے بعد ساتھ والی انگلی میں اسے پہنا دیتا۔ (دلہن بھی ایسے کرتی) لندن سے شائع ہونے والے رسالے Woman میں ۱۹۶۰ء کے شمارہ میں (Angela Talbot) انجیلا ٹالبوٹ سے جب پوچھا گیا۔ دولہا اپنے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں انگوٹھی کیوں پہنتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا ''اس انگلی میں ایک رگ پائی جاتی ہے جس کا تعلق ڈائریکٹ دل سے ہوتا ہے۔ پھر وہ کہتی ہیں: اس فعل کی بنیاد بہت پرانی ہے کہ دولہا دلہن کے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر انگوٹھی رکھتا اور کہتا: ''باپ کے نام سے'' پھر انگشت شہادت کے سرے پر رکھتا اور کہتا: ''بیٹے کے نام سے'' پھر درمیان انگلی کے سرے پر رکھتا اور کہتا: روح القدس (جبرائیل) کے نام سے۔ اور پھر (تیسری) انگلی کے سرے پر رکھتا اور وہیں رہنے دیتا۔ اور کہتا (آمین) اسی طرح دلہن بھی یہ فعل سرانجام دیتی۔

[2] صحیح بخاری: ۱۰/ ۲۵۹، ۲۶۰۔ صحیح مسلم: ۶/ ۱۳۵، ۱۴۹۔ مسند احمد: ۴/ ۲۸۷۔ نسائی: ۲/ ۲۸۸۔

[3] صحیح مسلم: ۶/ ۱۴۹۔ صحیح ابن حبان: ۱/ ۱۵۰۔ طبرانی: ۳/ ۱۵۰/ ۱۔ ۲۔ الفوائد المنتقاۃ: ۲/ ۸۰/ ۱۔ ۲۔

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ سونے کی انگوٹھی کا استعمال حرام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ''آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔'' الثقیفات: ۶/ ۳۶۔ لیکن اس کی سند میں سہب بن مسکین ہے جو ضعیف ہے۔ (مگر اس کے شواہد موجود ہیں)

جب نبی ﷺ کسی دوسری طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے اسے اتار کر پھینک دیا۔ آپ ﷺ نے جب انگوٹھی سے خالی ہاتھ دیکھا تو فرمایا:

''ہمارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں تکلیف دی اور چٹی ڈال دی ہے۔'' [1]

چوتھی دلیل: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''نبی ﷺ نے صحابہ میں سے کسی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ آپ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا۔ انہوں نے اسے اتار پھینکا اور لوہے کی انگوٹھی پہن لی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بہت بری ہے یہ تو جہنمیوں کا لباس ہے۔'' انہوں نے اسے بھی پھینک دیا۔ اس صحابی نے چاندی کی انگوٹھی پہن لی۔ پھر آپ ﷺ خاموش رہے۔'' [2]

پانچویں دلیل: ''جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ نہ ہی ریشم پہنے اور نہ ہی سونا۔'' [3]

---

[1] سنن نسائی: ۲/ ۲۸۸۔ مسند احمد: ۴/ ۱۹۵۔ اصبھان لأبي نعيم: ۱/ ۴۰۰۔ اس سند کو روایت کرنے والے راوی ثقہ (مضبوط) ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کی سند میں نعمان کا حفظ کمزور ہے مگر اس روایت کی سند صحیح ہے۔

[2] مسند احمد: (۶۵۱۸۔۶۶۸۰) ادب المفرد للبخاری: (۱۰۲۱) یہ حدیث مسند احمد میں ایک اور سند سے بھی مروی ہے (۶۹۷۷)۔ مسند میں ہی عمر بن خطاب سے مروی ہے۔ سنن کے مؤلفین نے ایک اور سند سے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ یہ حدیث لوہے کی انگوٹھی کے استعمال کو بھی حرام قرار دیتی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اسے سونے کی انگوٹھی سے بھی برا کہا ہے۔ بعض علما نے اس کا استعمال جائز قرار دیا ہے۔ ان کو اس حدیث سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ جب آپ ﷺ نے ایک صحابی کو حق مہر کے لیے کہا تھا ''جاؤ لوہے کی انگوٹھی ہی تلاش کر لو۔'' میں نے ارواء الغلیل میں اس بات کی وضاحت کر دی ہے۔۔ یہ حدیث لوہے کی انگوٹھی کے استعمال میں دلیل نہیں ہے۔ یہی بات حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: اس حدیث سے بعض لوگوں نے لوہے کی انگوٹھی کے استعمال کو جائز کہا ہے۔ جبکہ اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے مراد تو اس انگوٹھی کی قیمت سے فائدہ اٹھانا ہے۔ (فتح الباری ۱۰/ ۲۶۶) بالفرض اس کو جواز کی دلیل بنایا بھی جائے تو (یہ قصہ) منع کا حکم اترنے سے پہلے تھا بعد میں نہیں۔ بعض لوگوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو دلیل بنایا ہے جس میں یمن سے آنے والے ایک شخص کا ذکر ہے۔ اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ اس نے سلام کیا۔ آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے ہاتھ میں تو آگ کا انگارہ ہے۔'' اس نے عرض کیا آپ کس چیز سے انگوٹھی بناتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوہے، چاندی اور تانبے سے'' یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ پتہ چلا کہ چاندی کے علاوہ کوئی انگوٹھی جائز نہیں ہے۔

[3] مسند احمد: ۵/ ۲۶۱۔ اس کی سند مرفوع اور حسن ہے۔

چھٹی دلیل: ''میری ا... میں سے جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ سونا پہنتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کا سونا حرام کر دیں گے۔'' [1]

۳۹: عورتوں کے لیے (حلقہ دار) سونے کا استعمال

خوب جان لو کہ سونے کی انگوٹھی کنگن' ہار وغیرہ عورت کے لیے ویسے ہی حرام ہے جیسے مرد کے لیے ہیں۔ بعض حدیثوں میں خاص طور پر عورتوں کا ذکر ہے۔ بعض دلائل مطلق ہیں۔ جن میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ گزشتہ حدیث بھی اسی موقف پر دلیل ہے اس کے علاوہ کچھ احادیث ملاحظہ ہوں۔

پہلی دلیل: ''جس کو یہ پسند ہو کہ وہ اپنے قریبی (بیوی) کو آگ کی انگوٹھی (یا بالی) پہنائے تو وہ اسے سونے کی انگوٹھی (یا بالی) پہنا دے' اور جس کو یہ پسند ہو کہ وہ اپنے قریبی کو آگ کا ہار پہنائے تو وہ اسے سونے کا ہار پہنا دے' اور جس کو یہ پسند ہو کہ وہ اپنے قریبی کو آگ کا کنگن پہنا دے تو وہ اسے سونے کا کنگن پہنا دے۔ تمہارے لیے چاندی لازمی ہے اس کے ساتھ دل بہلاؤ۔ اس کے ساتھ دل بہلاؤ۔ اس کے ساتھ دل بہلاؤ۔'' [2]

دوسری دلیل: ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

> ''بنت هبیرہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' ان کے ہاتھ میں سونے کی بڑی انگوٹھی تھی۔ نبی ﷺ ان کے ہاتھ پر اس چھڑی سے مار رہے تھے جو ان کے ہاتھ میں تھی اور ساتھ ساتھ اس کو یہ کہہ رہے تھے: ''کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ اللہ تیرے ہاتھ میں آگ کی انگوٹھی پہنا دے؟'' وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور ان سے شکایت کرنے لگیں۔ ثوبان کہتے ہیں: اتنے میں نبی ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے اپنے گلے سے سونے کا ہار اتارا اور کہنے لگیں: یہ مجھے ابوحسن نے تحفہ دیا ہے (یعنی ان کے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے

---

[1] مسند احمد: ۶۵۵۶ ۔ ۶۹۴۷ ۔ اس کی سند صحیح ہے۔

[2] ابوداؤد: ۲/ ۱۹۹ ۔ مسند احمد: ۲/ ۸ ۔ ۳۷ ۔ اس کی سند جید ہے۔ ترمذی نے اسے جنائز میں روایت کیا ہے۔ (۱۰۰۳)

فاطمہ! کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ لوگ کہیں کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ کے ہاتھ میں آگ کا ہار ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے اس بات کو زور دے کر کہا۔ آپ گھر سے نکل گئے اور وہاں نہیں بیٹھے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ ہار بیچ کر لونڈی خریدی اور اسے آزاد کر دیا۔ اس بات کا پتہ جب نبی ﷺ کو لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا شکر ہے کہ جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آگ سے بچالیا۔'' [1]

۴۰: بیوی کے ساتھ حسن سلوک واجب ہے

اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ نیک سلوک کرے اور اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کاموں میں اس کا تعاون کرے۔ اور اس کے حرام کردہ امور پر بیوی کو مجبور نہ کرے۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی حدیث:

''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہے۔ میں تم سب سے اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہوں۔'' [2]

دوسری حدیث: آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا:

''خبردار اے لوگو! عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو' بے شک وہ تمہارے پاس عدن (امانت' مددگار' باندیاں) ہیں۔ تم اس سے زیادہ ان کے مالک نہیں ہو مگر یہ کہ وہ واضح فحاشی کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ان

---

[1] سنن نسائی: ۲/ ۲۸۴، ۲۸۵۔ طیالسی: ۱/ ۳۵۴، طبرانی نے ''الکبیر'' میں اسے روایت کیا ہے۔ (۱۴۴۸)

ضروری نوٹ:۔ عورتوں کے لیے سونے کا استعمال جائز ہے مگر شیخ ناصر الدین البانی کا موقف یہ ہے کہ وہ سونا جو گولائی (انگوٹھی، کنگن، وغیرہ) کی شکل میں ہے وہ حرام ہے جبکہ اسکے علاوہ جائز ہے۔ جمہور علما اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ عورتوں کے لیے ہر قسم کا زیور جائز سمجھتے ہیں اور وہ مذکورہ احادیث کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اگر ان کے مفہوم کا بغور جائزہ لیا جائے تو وہ عورتوں کے لیے سونے کے حرام ہونے پر دلیل نہیں ہیں بلکہ کئی اور فوائد کے مدنظر یہ ایک انداز اپنایا گیا ہے یا پھر ان دلائل میں اس عورت کے لیے وعید ہے جو سونے کی زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ اس سلسلے میں عالم اسلام کے نامور اور جید علما نے شیخ البانی کی مخالفت کی ہے۔ مثلاً ابن باز ابن عثیمین وغیرہ کیونکہ دیگر احادیث میں مذکورہ اشیاء کے استعمال کا جواز ملتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ریشم اور سونے کا استعمال میری امت کے مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔ (ترمذی) ہم بقیہ بحث کو اس لیے نقل نہیں کر رہے کہ اس کا تعلق علمی حلقوں سے ہے۔ (مترجم)

[2] المشکل طحاوی: ۳/ ۲۱۱۔ حاکم: ۴/ ۱۷۳۔ اس سے ملتی جلتی حدیث ابو نعیم نے حلیہ میں اور خطیب بغدادی نے تاریخ میں ذکر کی ہے۔

کے بستروں میں چھوڑ دو۔ اور ان کو ہلکی مار مارو۔ اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو پھر ان پر کوئی اور راستہ تلاش نہ کرو۔ خبردار! تمہاری عورتوں پر تمہارا حق ہے اور تمہارے اوپر تمہاری عورتوں کا حق ہے۔ تمہارا عورتوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کو گھر میں داخل نہ ہونے دیں جس کو تم پسند نہیں کرتے ہو۔ اور تمہارے بستر پر تمہارے علاوہ کسی کو نہ آنے دیں اور تمہارے اوپر ان کا حق یہ ہے کہ تم ان کے کھانے پینے اور لباس میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔'' [1]

تیسری حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا:

''کوئی مؤمن مرد کسی مؤمن عورت (بیوی) سے بغض نہ رکھے۔ اگر اسے اس کی کوئی ایک بات ناپسند ہوگی تو دوسری پسند آجائے گی۔'' [2]

چوتھی حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمام مؤمنوں میں سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے اور ان میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہترین ہے۔'' [3]

پانچویں حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

مجھے نبی ﷺ نے بلایا جبکہ حبشی لوگ عید کے دن مسجد میں اپنے اسلحہ کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اے حمیرا! (گورے رنگ والی) کیا تو (حبشی) لوگوں (کے کھیل) کو دیکھنا پسند کرے گی؟'' میں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر کے اپنا کندھا نیچے جھکا دیا تاکہ میں ان لوگوں کو دیکھ سکوں۔ میں نے اپنی ٹھوڑی آپ کے کندھے پر اور اپنا چہرہ آپ کے رخسار مبارک سے لگاتے ہوئے آپ کے کندھے کے اوپر سے دیکھنا شروع کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ کے کان اور کندھے کے اوپر سے دیکھنا شروع کیا۔ آپ ﷺ کہہ رہے تھے: ''اے بنی ارمدۃ۔ ایک دوسرے کو پکڑو۔'' پھر آپ ﷺ کہنے لگے: ''اے

[1] ترمذی: ۲/۲۰۴۔ ابن ماجہ: ۱/۵۶۷، ۵۶۹۔ مسند احمد نے اس سے ملتی جلتی حدیث روایت کی ہے۔ ۵/۷۲، ۷۳۔
[2] صحیح مسلم: ۴/۱۷۸، ۱۷۹۔
[3] سنن ترمذی: ۲/۲۰۴۔ مسند احمد: ۲/۲۵۰، ۴۷۲۔

عائشہ! ابھی تیرا دل نہیں بھرا؟'' میں کہتی تھی: نہیں۔ تاکہ میں آپ ﷺ کے (دل میں) اپنے مقام کا اندازہ کر سکوں حتیٰ کہ میرا دل بھر گیا۔

وہ کہتی ہیں: وہ لوگ اس دن کہہ رہے تھے۔ ابوالقاسم محمد ﷺ بہت اچھے ہیں۔''

ایک روایت میں ہے:

وہ کہتی ہیں: ''جب میرا دل بھر گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تیرے لیے کافی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر چلی جاؤ۔''

ایک روایت میں ہے:

میں نے آپ ﷺ سے کہا (جلدی نہ کیجیے) آپ میری خاطر کھڑے رہے۔ پھر کہا: کیا تجھے کافی ہے؟ میں نے کہا: جلدی نہ کیجیے۔ میں نے دیکھا کہ آپ تھکاوٹ کی وجہ سے اپنا وزن دونوں قدموں پر باری باری ڈال رہے تھے۔ وہ کہتی ہیں: مجھے ان لوگوں (کا کھیل) دیکھنا پسند تو نہیں تھا مگر میں چاہتی تھی کہ میرے ہاں آپ ﷺ کا مرتبہ اور نبی ﷺ کے ہاں میرا مقام آپ کی دیگر بیویوں پر واضح ہو جائے۔ حالانکہ میں نوعمر تھی۔ اے لوگو! ایک نوعمر لڑکی کی قدر کا اندازہ کرو' جو کہ کھیل تماشہ کو پسند کرتی ہے۔

وہ کہتی ہیں: عمر رضی اللہ عنہ آئے تو بچے اور لوگ اس کھیل سے ادھر ادھر ہٹ گئے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں جنوں اور انسانوں میں سے شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بھاگتے ہیں۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی ﷺ نے اس دن فرمایا: ''تاکہ یہودیوں کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دین میں وسعت ہے۔'' [1]

چھٹی حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے:

''جب نبی ﷺ غزوۂ تبوک یا خیبر سے تشریف لائے۔ آپ نے ایک طاقچہ کے آگے پردہ لگا ہوا دیکھا۔ اسی دوران ہوا چلی تو پردے کا ایک کونہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کھلونوں (گڑیا) سے ہٹ گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

[1] صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ مسند احمد۔ المشکل للطحاوی: ۱/ ۱۱۶۔ مسند ابو یعلیٰ: ۲۲۹/ ۱۔

''اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: میری (گڑیاں) ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے پر کپڑے کے مختلف ٹکڑوں سے بنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ ان کے درمیان میں کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: گھوڑا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: گھوڑے کے اوپر کیا بنا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ اس کے دو پر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑے کے پر؟'' وہ عرض کرنے لگیں: کیا آپ نے سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے متعلق نہیں سن رکھا جس کے پر تھے؟ وہ کہتی ہیں: آپ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ میں نے آپ کے نوکیلے دانت بھی دیکھے۔ [1]

ساتویں حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''وہ ایک مرتبہ سفر میں آپ کے ساتھ تھیں۔ ابھی وہ نوعمر تھیں اوران کا بدن ہلکا سا تھا اور جسم پر گوشت زیادہ نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ تم لوگ آگے چلے جاؤ۔ سب لوگ آگے چلے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (اے عائشہ!) آؤ میں تمہارے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کروں۔ میں نے ان کے ساتھ مقابلہ کیا تو میں سبقت لے گئی۔ کافی دن گزرنے کے بعد ایک دفعہ پھر میں آپ کے ساتھ سفر میں تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تم لوگ آگے چلے جاؤ۔ پھر مجھے کہا: آؤ میں تمہارے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کروں مجھے پہلا واقعہ قطعاً یاد نہیں تھا۔ اس وقت میرا جسم گوشت چڑھنے کی وجہ سے بھاری ہو چکا تھا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس حال میں آپ کے ساتھ کیسے مقابلہ کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے (مقابلہ) کرنا پڑے گا۔'' میں نے آپ ﷺ سے دوڑ لگائی تو آپ سبقت لے گئے۔ اس کے بعد آپ ہنسنے لگے اور کہا: یہ اس (دن) کا بدلہ ہے۔'' [2]

---

[1] سنن ابوداؤد: ۲/۳۰۵۔ نسائی نے اسے عشرۃ النساء میں روایت کیا ہے۔ ۷۵/۱۔ اس کی سند صحیح ہے۔

[2] مسند حمیدی: ۲۶۱۔ ابوداؤد: ۱/۳۰۴۔ ابن ماجہ: ۱/۲۶۱۰۔ نسائی نے اسے عشرۃ النساء میں ذکر کیا ہے۔ ۲/۷۴۔

آٹھویں حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ کے پاس برتن لایا جاتا تو میں اس سے پی لیتی تھی' جبکہ میں ماہواری کے ایام میں ہوتی۔ پھر (نبی ﷺ) برتن پکڑتے اور اپنے ہونٹ وہاں رکھتے جہاں سے میں نے پیا ہوتا تھا۔ کبھی کبھی آپ کے پاس کھجور کا برتن آتا میں اس سے کھا لیتی تھی۔ پھر آپ بھی وہیں اپنے لب مبارک رکھتے جہاں میں نے رکھے ہوتے تھے۔'' [1]

نویں حدیث: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور جابر بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو وہ عبث اور بے کار اور کھیل تماشہ ہے۔ مگر چار چیزیں۔ (۱) آدمی کا اپنی عورت سے کھیلنا۔ (ہنسی کھیل کرنا) (۲) مالک کا گھوڑے کو سدھارنا۔ (۳) دو اہداف کے درمیان چلنا۔ (نشانہ بازی سیکھنا) (۴) اور آدمی کا تیراکی سیکھنا۔'' [2]

۴۱: کچھ میاں بیوی کی خدمت میں

اس کتاب کو ختم کرتے ہوئے میں میاں اور بیوی کی خدمت میں چند پند ونصائح کرنا چاہتا ہوں۔

اول: ان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور ایک دوسرے کو اس کی نصیحت کریں اور کتاب وسنت کے احکام کی پیروی کریں۔ اندھی تقلید' لوگوں کی عادات یا اپنے مذہب کی خاطر کتاب وسنت پر کسی چیز کو ترجیح نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۝﴾ [3]

---

[1] صحیح مسلم: ۱/ ۱۶۸، ۱۶۹۔ مسند احمد: ۶/ ۶۲۔

[2] عشرۃ النساء: ۷۴/۲/ ۔ معجم الکبیر: ۱/ ۲،۸۹۔ سلسلہ احادیث الصحیحہ: ۳۰۹۔

[3] [۳۳/ الاحزاب: ۳۶]

"کسی مؤمن مرد یا عورت کے لیے جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دے تو
اسے معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی
کرے تو وہ گمراہ ہو گیا' واضح گمراہ ہونا۔"

دوم: وہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کا جوان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ہیں اہتمام کریں۔

مثال کے طور پر بیوی یہ مطالبہ نہ کرے کہ اسے خاوند کے برابر حقوق دیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو جو عورت پر برتری دی ہے اس کی بنیاد پر وہ اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ہی اسے ناجائز مارے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں۔ جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی
کے ساتھ' ہاں۔ مردوں کی عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے'
حکمت والا ہے۔" [1]

اور فرمایا: (ترجمہ)

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر
فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔
پس نیک فرمانبردار عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت اپنی
نگہداشت رکھنے والیاں ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمہیں
خوف ہو' انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو' اور انہیں مار کی
سزا دو۔ پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی رستہ تلاش نہ کرو۔ بے شک
اللہ تعالیٰ بڑی بلندی والا ہے۔" [2]

معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کسی ایک پر اس کی بیوی کا کیا حق
ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تو خود کھائے تو اسے بھی کھلا' اور جب تو

[1] [۲/البقرۃ:۲۲۸]
[2] [۴/النساء:۳۴]

خود پہنے تو اسے بھی پہنا۔ اس کے چہرے کو برا بھلا نہ کہہ اور اس کو مت مار' اور اس کو گھر میں (سزا کے لیے) اکیلا چھوڑ دے تم لوگ (بیوی کو مارنا) کیسے پسند کر لیتے ہو۔ جبکہ تم ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہو (ایک جان اور دو جسم ہو) مگر وہ مار جوان پر جائز ہے۔ [1]

اور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

''انصاف کرنے والے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی دائیں طرف نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے ماتحتوں اپنے گھر والوں اور ان میں انصاف کرتے تھے جن کے وہ ذمہ دار ہیں۔'' [2]

جب وہ دونوں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں گے اور اس پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی زندگی بہترین بنا دیں گے۔ وہ خوش بختی اور ہم آہنگی کے ساتھ زندگی گزاریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت' لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے۔'' [3]

سوم: عورت کے لیے خصوصی طور پر واجب ہے کہ وہ خاوند کے حکم کو حتی المقدور پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے۔ جیسا کہ گزشتہ آیات میں یہ بات گزر چکی ہے:

1. ''مرد عورتوں پہ حاکم ہیں۔'' [4]
2. ''مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔'' [5]

بے شمار صحیح احادیث سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔ ان احادیث میں خاوند

---

[1] ابوداؤد: ۱/۳۳۴۔ حاکم ۲/ ۱۸۷، ۱۸۸۔ مسند احمد: ۵/۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

[2] صحیح مسلم: ۶/ ۷۔ الزہد لابن مبارک: ۱۲۰/۲۔ توحید ابن مندہ: ۱/۹۴۔

[3] [۱۶/النحل: ۹۷] [4] [۴/النساء: ۳۴] [5] [۲/البقرہ: ۲۲۸]

کی فرمانبرداری اور نافرمانی ہر دو حالتوں میں عورت کے حالات تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان میں سے بعض کا تذکرہ کر دیں شاید کہ موجودہ دور کی عورتیں اس سے نصیحت حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ○﴾ [۵۱/الذّٰریات:۵۵]

''نصیحت کیجیے' نصیحت مؤمنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔''

پہلی حدیث: ''کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ روزہ (نفلی) رکھے اور اس کا خاوند موجود ہو' مگر یہ کہ وہ اس سے اجازت حاصل کرے۔ اور نہ ہی وہ کسی کو خاوند کی اجازت کے بغیر گھر میں آنے دے۔'' [1]

دوسری حدیث: ''جب خاوند بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے اور خاوند ناراضگی کی حالت میں رات بسر کرے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔''

ایک اور روایت میں ''حتی کہ وہ لوٹ آئے'' اور تیسری روایت میں ہے کہ ''یہاں تک کہ خاوند راضی ہو جائے۔'' [2]

تیسری حدیث: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے عورت اس وقت تک اللہ کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے خاوند کا حق ادا نہ کر لے۔ اگر وہ اس کو طلب کرے اور وہ اونٹ کی پالان پر بیٹھی ہو پھر بھی اپنے آپ کو اس (خاوند) سے نہ روکے۔'' [3]

چوتھی حدیث: ''جب بھی دنیا میں عورت اپنے خاوند کو تکلیف دیتی ہے تو اس کی جنتی بیویوں میں سے ایک حور کہتی ہے۔ اللہ تجھے برباد کرے اس کو تکلیف نہ

---

[1] صحیح بخاری:۴/۲۴۲، ۲۴۳۔ مسلم:۳/۹۱۔ ابوداؤد:۱/۳۸۵۔ امام نسائی نے اس کو (الکبری) میں روایت کیا ہے ۲/۶۳۔ مسند احمد:۲/۳۱۶۔۴۴۴۔

[2] صحیح بخاری:۴/۲۴۱۔ صحیح مسلم:۴/۱۵۷۔ ابوداؤد:۱/۳۳۴۔ دارمی:۲/۱۴۹۔ مسند احمد:۲/۲۵۵۔۳۴۸۔

[3] یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ۱/۵۷۰۔ مسند احمد:۴/۳۸۱۔ صحیح ابن حبان۔ ترغیب للحاکم:۳/۷۶۰۔ اس حدیث کو دیگر احادیث سے بھی تقویت ملتی ہے۔

دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے۔ عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا۔'' [1]

پانچویں حدیث:۔ حصین بن محصن کہتے ہیں۔ مجھے میری چچی نے بتایا وہ کہتی ہیں:

''میں کسی ضرورت کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عورت! کیا تو شادی شدہ ہے؟'' میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا اس (خاوند) کے ساتھ سلوک کیسا ہے؟'' میں نے کہا: میں نے کبھی اس کے (حق) میں کوتاہی نہیں کی ہے۔ مگر یہ کہ میں عاجز ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اپنا مقام (خاوند کے ہاں) دیکھتی رہ کہ کیا ہے؟ وہی تیری جنت اور وہی تیری آگ ہے۔'' [2]

چھٹی حدیث:۔ ''جب عورت پنجگانہ نماز پڑھے' اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اپنے خاوند کی اطاعت کرے۔ تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔'' [3]

عورت پر خاوند کی خدمت واجب ہے

میں کہتا ہوں کہ پچھلے عنوان کے تحت مذکورہ احادیث میں یہ بات ظاہر ہے کہ بیوی پر خاوند کی اطاعت اور حتی المقدور اس کی خدمت کرنا واجب ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سب سے پہلے گھر کے اندر اس کی خدمت اور اس کی اولاد کی تربیت وغیرہ شامل ہے۔ اس مسئلہ میں کچھ علما نے اختلاف بھی کیا ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''علما نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ کیا عورت پر خاوند کی خدمت واجب ہے؟ مثلاً گھر کے قالین فرش وغیرہ کی صفائی۔ اسے کھانے اور پینے کی اشیاء پکڑانا' اس کے لیے اور اس کے غلاموں کے لیے کھانا' جانوروں

[1] ترمذی: ۲/ ۲۰۸۔ ابن ماجہ: ۱/ ۶۲۱۔ مسند حیثم بن کلیب: ۵/ ۱۶۷۔

[2] ابن ابی شیبہ: ۷/ ۴۷/ ۱۔ ابن سعد: ۸/ ۴۵۹۔ امام نسائی نے اسے عشرۃ النساء میں روایت کیا ہے۔ مسند احمد: ۴/ ۳۴۱۔ طبرانی نے اوسط میں اسے نقل کیا ہے۔ ۱/ ۱۷۰۔ سنن البیہقی: ۷/ ۲۹۱۔

[3] یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ الاوسط: ۲/ ۱۶۹۔ الترغیب: ۳/ ۷۳۔ مسند احمد: ۱۶۶۱۔ الحلیۃ: ۶/ ۳۰۷۔

کے لیے چارہ وغیرہ کا اہتمام اور گندم وغیرہ سے آٹا بنانا۔"

بعض علما نے کہا: اس پر خدمت واجب نہیں ہے۔ یہ قول انتہائی کمزور ہے۔ یہ اس قول کی طرح ہے کہ اس پر خاوند کے ساتھ زندگی گزارنا اور اس کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اس کے ساتھ بہترین زندگی نہیں ہے۔ اگر سفر یا گھر کا ساتھی دوست کی مصلحت کا خیال نہ رکھے تو یہ اس کے ساتھ اچھی زندگی گزارنا نہیں ہے۔

کچھ علما نے کہا: اور یہی قول صحیح ہے کہ "اس پر خاوند کی خدمت واجب ہے کیونکہ قرآن مجید میں خاوند کو سردار کہا گیا ہے۔

اور وہ (بیوی) سنت رسول اللہ ﷺ کی بنیاد پر خاوند کے ہاں باندی کی حیثیت سے ہے (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) خدمت گزار اور غلام کا کام خدمت کرنا ہے' یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

بعض علما نے کہا: اس پر ہلکی پھلکی خدمت واجب ہے۔ بعض نے کہا کہ خدمت کے تحت جو کچھ بھی آتا ہے وہ اس پر واجب ہے اور یہی بات حق ہے۔

یہ خدمت حالات کے اعتبار سے ہوگی۔ مثلاً جنگلی لوگوں کی خدمت بستی میں رہنے والوں کی طرح نہیں ہے۔ قوت والی خدمت کمزور کی طرح نہیں ہے۔" [1]

میں کہتا ہوں کہ ان شاء اللہ صحیح بات یہ ہے کہ عورت پر گھریلو خدمت واجب ہے۔ یہی قول امام مالک کا اور اصبغ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے [2] حنابلہ میں سے جوز جانی کا یہی خیال ہے۔ [3] سلف صالحین اور ان کے بعد آنے والے جمہور علما بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ [4] جس نے یہ کہا کہ عورت پر خاوند کی خدمت واجب نہیں اس کے پاس کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں: "نکاح عورت سے فائدہ اٹھانے کا سبب ہے خدمت کا نہیں۔" ان کی بات غلط ہے۔ کیونکہ عورت بھی خاوند سے اسی طرح کا فائدہ حاصل کرتی ہے جس

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲/۲۳۴-۲۳۵۔ [2] دیکھیے فتح الباری: ۹/ ۴۱۸۔
[3] الاختیارات: ص ۱۴۵۔ [4] الزاد: ۴/ ۴۶۔

طرح وہ کرتا ہے۔ اس لحاظ سے تو وہ دونوں برابر ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ بھی خاوند پر بیوی کے لیے ایک چیز واجب قرار دی ہے۔ اور وہ ہے اس کا کھانا پینا' اور نان ونفقہ وغیرہ۔ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ خاوند کے لیے اس کے بالمقابل کوئی زائد چیز ہونی چاہیے تھی۔ غور کریں تو وہ خدمت کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس پر مزید یہ کہ وہ اس پر نص قرآنی کی روشنی میں حاکم ہے۔ اگر عورت خدمت کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گی تو مجبوراً خاوند کو گھریلو امور میں اس کی خدمت کرنا ہوگی۔ اس صورت حال میں وہ حاکم ہوگی۔ اور یہ قرآن مجید کی آیت کریمہ کے الٹ معاملہ ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس پر خدمت واجب ہے تاکہ (حکم الٰہی) کی مراد پوری ہو۔

یہ بھی ہے کہ مرد کا خدمت کی ذمہ داری سنبھال لینا دو متضاد امور کو جنم دیتا ہے۔ وہ گھریلو کاموں میں مشغول ہوگا اور حصول رزق اور وسائل تلاش کرنے کے لیے فارغ نہیں ہوگا۔ اسی طرح دیگر کئی مصلحتیں فوت ہو جائیں گی۔

اور یہ کہ عورت گھر میں تمام کام کاج سے کٹ کر بیٹھ جائے گی۔ جس کا اہتمام اس پر واجب تھا۔ اس سے میاں اور بیوی کے حقوق وفرائض میں ایسا فساد اور بگاڑ پیدا ہوگا جو شریعت کے عطا کردہ سارے حقوق میں خلل کا باعث ہوگا۔ اس طرح تو عورت کو مرد پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہو جائے گی' اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شکایت کا ازالہ نہیں کیا تھا۔ جب انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔

> ''وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں۔ اور چکی چلانے کی وجہ سے ہاتھوں پر پڑ جانے والے چھالوں کی شکایت کی کیونکہ ان کو پتہ چلا تھا کہ کچھ غلام آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کو گھر میں نہ پایا تو اس بات کا تذکرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ جب نبی ﷺ آئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو خبر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم اپنے بستروں پر دراز ہو چکے تھے۔ ہم اٹھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی اپنی جگہ پر ہی رہو۔ آپ آئے اور میرے اور (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے درمیان بیٹھ گئے حتیٰ کہ میں

نے آپ کے پاؤں کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تم کو اس چیز سے بہتر کی خبر نہ دوں جس کا تم نے سوال کیا ہے؟ جب تم دونوں اپنے سونے کی جگہ پر دراز ہو یا تم اپنے بستر کی طرف آؤ تو تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ' تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس (۳۴) دفعہ اللہ اکبر کہو۔ یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے یہ عمل کبھی نہیں چھوڑا۔ ان سے پوچھا گیا صفین کی رات میں بھی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: صفین کی رات میں بھی۔'' [1]

اس حدیث پر غور کریں کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ نہیں کہا کہ اس (فاطمہ) پر خدمت واجب نہیں ہے بلکہ تجھ پر ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ آپ ﷺ شرعی حکم سناتے ہوئے کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ جس طرح کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا ہے۔ جو آدمی اس مسئلہ میں مزید تفصیل کا طلب گار ہے وہ ابن قیم کی کتاب زاد المعاد کی جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۴۵' ۴۶ کا مطالعہ کرے۔

گزشتہ بحث کہ ''عورت پر مرد کی خدمت واجب ہے'' اس سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی کہ خاوند اس خدمت میں شریک نہیں ہوسکتا اگر اسے فراغت اور فرصت ملے تو اپنی بیوی کا تعاون کرنا مستحب ہے۔ اسی لیے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''آپ ﷺ بھی اپنے گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ یعنی ان کی خدمت وغیرہ کرتے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ نماز کے لیے نکل جاتے۔'' [2]

نبی ﷺ بھی ایک بشر (انسان) تھے آپ ﷺ اپنے کپڑوں کو پیوند لگا لیتے۔ بکری کا دودھ دوھ لیتے اور اپنی مدد خود کر لیتے۔ [3]

ہم اپنی کتاب کو انہی کلمات پر ختم کرتے ہیں۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُکَ وَ أَتُوْبُ إِلَیْکَ.

[1] صحیح بخاری: ۹/۴۱۷، ۴۱۸۔ [2] صحیح بخاری: ۲/۱۲۴۔ ۹/۴۱۹۔ ترمذی: ۳/۱۳۲۔ ابن سعد: ۱/۳۶۶
[3] سلسلہ احادیث الصحیحہ: ۶۷۰۔

سنتِ مطہرہ
اور
آدابِ مباشرت